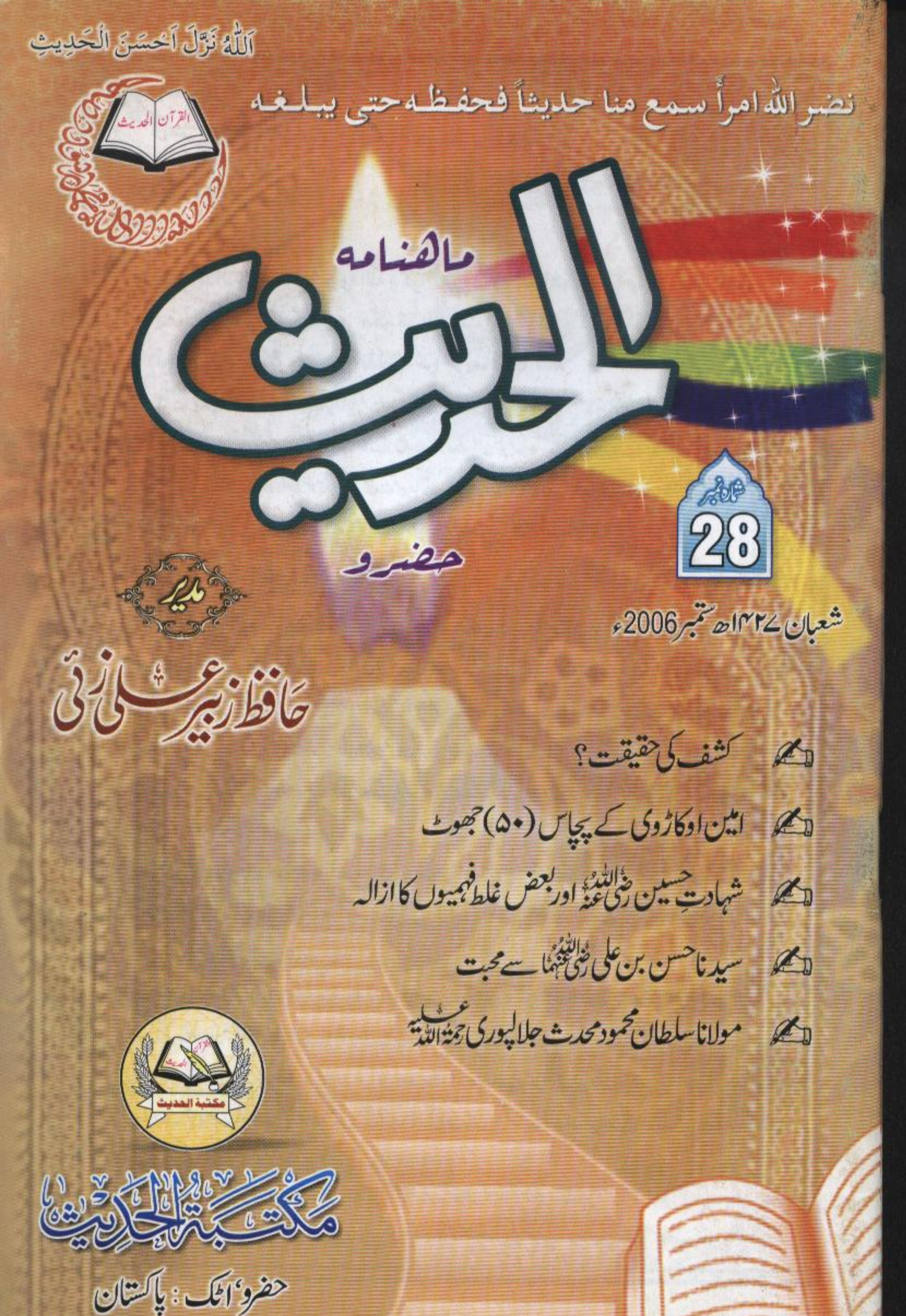


اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ
نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
القرآن الحديث
ماهنامه
الحديث
حضرو
شمارہ نمبر
28
شعبان ۱۴۲۷ھ ستمبر 2006ء
مدیر
حافظ زبیر علی زئی
کشف کی حقیقت؟
امین اوکاڑوی کے پچاس (۵۰) جھوٹ
شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ
سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت
مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ
مكتبة الحديث
مکتبۃ الحدیث
حضرو' اٹک : پاکستان

کلمۃ الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

ماہِ رمضان اور ہم

ایک مرتبہ پھر وہی رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے اور یہ تقاضا کر رہا ہے کہ دیکھنا کہیں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میری تمام تر فضیلتیں سمیٹنے سے محروم نہ رہ جانا ......شاید یہ زندگی کا آخری رمضان ہو...... دوبارہ ایسا بابرکت مہینہ نصیب میں نہ ہو...... کیا تم دیکھتے نہیں کتنے ہی ایسے ہیں جو تمھارے ساتھ سحری وافطاری میں شریک ہونے والے اور قیامِ رمضان میں ساتھ کھڑے ہونے والے لیکن...... آج نظر نہیں آرہے! کیوں؟......اس لیے کہ ان کا مقررہ وقت پورا ہو چکا ہے۔

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ﴾ کی صدا آ چکی ہے بلکہ اب تو تم بھی......اسی قطار میں کھڑے نظر آتے ہو، عنقریب...... تمھاری باری بھی آنے والی ہے پھر کیوں نہ اس زندگی کے بقیہ لمحات وساعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو بدل دیں!

معصیت ونافرمانی کی دلدل سے نکل کر زہد وتقویٰ کے تالاب میں غوطہ زن ہوں، لیکن کیسے؟ ہم اپنی زندگیوں میں کس طرح انقلاب لائیں؟ ...... ہاں!......رب کریم نے ہمیں ایک بہترین موقع عطا کیا ہے اور وہ ''ماہ رمضان'' ہے۔ایک اور بات...... کہ ہم کس طرح اس مہینے کے شب وروز گزاریں تاکہ ہمارا رب رحیم ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے اعمال اس کے ہاں مقبول قرار پائیں؟ تو پھر ضروری ہے کہ درج ذیل باتوں کو ملحوظ رکھا جائے:

توبہ: سب سے پہلے اپنی سابقہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں کہ جس قدر بھی گناہ ہوئے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے خواہ قولاً ہے یا عملاً تو ان سب سے اپنے اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ کریں، توبہ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ گناہ کے کاموں سے لوٹنا، گناہ کا اعتراف اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرنا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ

سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ﴾ اے ایمان والو! اللہ کے حضور خالص توبہ کرو کچھ بعید نہیں کہ تمھارا پروردگار تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ [التحریم:۸]

ہو سکے تو خوفِ الٰہی سے چند قطرے آنسوؤں کے بھی شامل کر لیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا۔ [ترمذی:۱۶۳۳، صحیح]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے '' جسے تنہائی میں اللہ یاد آئے اور اس کے آنسو جاری ہو جائیں'' (بخاری:۶۶۰، مسلم:۱۰۳۱)

حصولِ تقویٰ: گناہوں کو چھوڑنے اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا اور اپنے گناہوں کے انجام سے ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا تقویٰ ہے اور ماہِ رمضان کا بڑا اور اہم مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾

اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (اور اس کا مقصد یہ ہے) کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ [البقرۃ:۱۸۳]

تقویٰ اختیار کرنے کے دنیاوی و اُخروی بہت زیادہ فوائد ہیں جس کا تذکرہ قرآن وسنت میں جا بجا ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ [الطلاق:۲، ۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حاکموں کی اطاعت کرو! تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ [ترمذی:۶۱۶، حسن]

روزے کی حفاظت: روزے کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اس سلسلے میں سُستی و کاہلی کا ثبوت دیا اور صحیح طریقے سے روزے کی حفاظت نہ کر سکے تو ہم اس کی فضیلتوں اور برکتوں سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ (روزے کے اجر و ثواب کو ختم کرنے والے اعمال مثلاً) جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت اور لڑائی جھگڑے سے بچا جائے خصوصاً زبان کی حفاظت کی جائے اور تقویٰ اختیار کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنھیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنھیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

[ابن ماجہ: ۱۶۹۰، دارمی: ۲۷۲۲، اسنادہ حسن]

یعنی جو شخص بھی مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ [بخاری: ۱۹۰۳]

قیام اللیل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مربوط کرنے کا اہم ذریعہ قیام اللیل ہے اور رمضان میں قیام اللیل فضیلت کے لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۳۷]

یہاں ایک بات کا خیال رہے کہ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ''قیام رمضان اکیلے اور گھر میں کرنا زیادہ بہتر ہے لہٰذا ہم گھر میں قیام کریں گے'' لیکن وہ بیچارے ساری رات بستر پر سوئے ہی گزار دیتے ہیں (اِلا ماشاء اللّٰہ) اور بعض حضرات قیامِ رمضان با جماعت کو سنت سمجھنے سے ہی انکاری ہیں!۔

ایسے حضرات کی اصلاح کے لیے اس لمبی حدیث کا ایک حصہ پیش خدمت ہے جو آپ ﷺ نے قیامِ رمضان کے بارے میں فرمایا تھا:

''یقیناً جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو بقیہ رات (بھی ثواب کے لحاظ

سے) قیام ہی میں شمار کی جاتی ہے۔''

[ابوداود: ۱۳۷۵، ترمذی: ۸۰۶، نسائی: ۱۳۶۵، ابن ماجہ: ۱۳۲۷ واسنادہ صحیح]

امید ہے کہ اس قدر قیام رمضان باجماعت کی فضیلت جان کر حیلوں اور بہانوں سے احتراز کیا جائے گا۔

تلاوتِ قرآن مجید کی کثرت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو، اس لیے کہ قیامت والے دن یہ اپنے (پڑھنے والے) ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔ [مسلم: ۸۰۴]

یہ حقیقت ہے کہ اجر وثواب کے لحاظ سے ماہ رمضان میں کیا ہوا عمل زیادہ افضل ہے لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ رمضان میں تو خوب قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں اور دیگر مہینوں میں قرآن مجید چھونے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ (والعیاذ باللہ)

ذکرِ الٰہی سے زبان تر رکھنا: لغویات وفضولیات کو ترک کر کے ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ [مسلم: ۳۷۳]

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔

[ابن ماجہ: ۳۷۹۳ واسنادہ حسن]

صبح وشام کے اذکار کی بھی پابندی کرنی چاہیے جیسا کہ دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

اعتکاف: رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنتِ نبوی ہے اور یہ تزکیۂ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری: ۲۰۲۵، مسلم: ۱۱۷۱]

آخری عشرہ: اس عشرے میں اپنی تمام تر توانائی اس پہ خرچ کر دینی چاہیے کہ ہم سے ہمارا اللہ راضی ہو جائے اور ہماری کمیوں، کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمادے اور نیکیوں کے حصول میں اضافہ اور جذبۂ سبقت ہو۔ آخری عشرے میں رسول اللہ ﷺ بھلائی میں تیز

ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ [بخاری:٦، مسلم:٢٣٠٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب (آخری) عشرہ شروع ہوجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت کے لیے) کمر کس لیتے۔ [بخاری:٢٠٢٤، مسلم:١١٧٤]

لیلۃ القدر: اسی عشرے میں لیلۃ القدر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ [القدر:١،٣]

لہٰذا آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ [بخاری:٢٠٠٨، مسلم:٧٦٠]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ [بخاری:٢٠٢٠]

ایک اہم بات: جو سلسلہ رمضان کی مبارک ساعتوں میں قائم کیا جائے وہ بقیہ گیارہ مہینوں میں بھی برقرار رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص رمضان میں قیام اللیل اور اشراق وغیرہ تک کی پابندی کرتا تھا وہ غیر رمضان میں فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھے اور پھر اسی معصیت و نافرمانی کی دلدل میں جا گرے جہاں پہلے پھنسا ہوا تھا اور مہینے بھر کے ''اعمالِ صالحہ'' کی کمائی اکارت کردے۔ (والعیاذ باللہ)

اس لئے ضروری ہے کہ اس مبارک مہینے میں اپنا احتساب کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے صراطِ مستقیم کا احتساب کرلیں اور اپنا ہر لمحہ ہر لحظہ قرآن وسنت کے مطابق گزار کر آخرت میں اللہ کے ہاں سرخرو ہوجائیں۔ ان شاءاللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے دین کے لیے چن لے اور ہم سے راضی ہوجائے (آمین)

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

دلوں میں وسوسے اور اُن کا حل

الفصل الثاني

[۷۳] عن ابن عباس :أن النبي ﷺ جاء ہ رجل فقال:إني أحدّث نفسي بالشيئ لأن أكون حُمَمَةً أحبّ إليّ من أن أتكلم به ـ قال:((الحمد لله الذي ردّ أمره إلى الوسوسة)) رواه أبو داود.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں اپنے دل میں کسی چیز کا خیال کرتا ہوں لیکن اس کے بارے میں بتانے کے بجائے (جل کر) کوئلہ بن جانا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جس نے (شیطان کی) اس بات کو وسوسے تک (محدود) رکھا ہے۔ اسے ابوداود (۵۱۱۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے ابوداود کے علاوہ احمد بن حنبل (۲۳۵/۱ ح ۲۰۹۷) عبد بن حمید (المنتخب:۷۰۱) نسائی (الکبریٰ ۱۰۵۰۴، عمل الیوم واللیلۃ:۶۶۸) طحاوی (معانی الآثار ۲۵۲/۲) ابن حبان (الاحسان:۱۴۷) بیہقی (شعب الایمان:۳۴۱، ۳۴۲) اور ابن مندہ (الایمان:۳۴۵) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ اہلِ حق کے دلوں میں بھی شیطان مسلسل وسوسے ڈالنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان کے اعلیٰ ترین درجوں پر فائز تھے۔ وہ شیطانی وسوسوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔

③ حممۃ جلے ہوئے کوئلے کو کہتے ہیں۔

④ اللہ کے فضل وکرم پر الحمد للہ کہنا چاہئے۔

[۷۴] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ :((إن للشيطان لَمَّةً بابن آدم، وللملَك لمَّةً ، فأما لمّة الشيطان فإيعاد بالشر وتكذيب بالحق، وأما لمّة الملَك فإيعاد بالخير وتصديق بالحق، فمن وجد ذلك فليعلم أنه من الله فليحمدالله، ومن وجد الأخرىٰ فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم)) ثم قرأ ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ﴾
رواه الترمذي وقال: هٰذا حديث غريب۔

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بنی آدم پر شیطان کا اثر ہوتا ہے اور فرشتے کا اثر (بھی) ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر (بطورِ وسوسہ) یہ ہے کہ وہ اُس کے ساتھ بُرائی کے وعدے کرتا ہے اور حق جھٹلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ فرشتے کا اثر یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر کے وعدے کرتا ہے اور تصدیقِ حق کی ترغیب دیتا ہے۔ جو شخص ایسی حالت پائے تو اللہ کی حمد وثنا کرے اور جو شخص دوسری (شیطانی) حالت محسوس کرے تو شیطانِ مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگے۔ پھر آپ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: شیطان تمھیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔
اسے ترمذی (۲۹۸۸) نے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اسے ترمذی کے علاوہ نسائی (الکبریٰ: ۱۱۰۵۱) اور ابن حبان (الاحسان: ۹۹۳ دوسرا نسخہ: ۹۹۷) نے بھی روایت کیا ہے۔

اس روایت کے بنیادی راوی عطاء بن السائب آخری عمر میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہوگئے تھے۔ دیکھئے نہایۃ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط (۷۱) والکواکب النیرات (ص ۳۱۹)

ابوحاتم الرازی نے کہا: ''اختلط بأخرة'' وہ (عطاء بن السائب) آخر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تھے۔ (علل الحدیث ۲/ ۲۴۲ ح ۲۲۲۰)

عطاء بن السائب کے اختلاط سے پہلے درج ذیل راویوں نے ان سے روایت سنی ہے:
(۱) شعبہ (۲) سفیان الثوری (۳) حماد بن زید (۴) حماد بن سلمہ عندالجمہور (۵) ہشام الدستوائی عندابی داود (۶) سفیان بن عیینہ (۷) ایوب السختیانی (۸) زہیر (۹) زائدہ بن قدامہ (۱۰) اعمش ، دیکھئے الکواکب النیر ات مع الشرح (ص ۳۱۹ تا ۳۳۵) روایتِ مذکورہ کے راوی ابوالاحوص سلام بن سلیم کا عطاء بن السائب سے سماع قبل ازاختلاط ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ (۱): سنن الترمذی کے قدیم قلمی نسخے میں '' هٰذا حديث حسن غريب '' لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۱۹۴ ا

تنبیہ (۲): یہ روایت بعض ضعیف سندوں سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

[**۷۵**] **وعن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال:((لا يزال الناس يتساء لون حتٰى يقال: هٰذا خلق اللهُ والخلقَ، فمن خلق اللهَ ؟ فإذا قالوا ذلك فقولوا: الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يو لد ولم يكن له كفواً أحد، ثم ليتفل عن يساره ثلاثاً وليستعذ بالله من الشيطان الرجيم))**

رواه أبو داود، وسنذكر حديث عمرو بن الأحوص في باب خطبة يوم النحر إن شاء الله تعالىٰ۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ (ایک دوسرے سے) پوچھتے (یا اپنے دل میں تصوراتی سوالات کرتے) رہیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا: اللہ نے یہ مخلوقات پیدا کی ہیں، پس اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

جب وہ ایسا کہہ دیں تو کہو: اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اس کا کوئی شریک نہیں، پھر بائیں طرف تین دفعہ تھتکار دینا چاہئے اور اللہ سے شیطانِ مردود کی پناہ مانگنی چاہئے۔ اسے ابوداود (۴۷۲۲ مختصراً) نے روایت کیا ہے اور (سیدنا) عمرو بن الاحوص (رضی اللہ عنہ) والی حدیث ہم خطبۂ یوم النحر کے باب (ح ۲۶۷۰) میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

تحقیق الحدیث

اس روایت کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔ اسے نسائی (الکبریٰ: ۱۰۴۹۷، عمل الیوم واللیلۃ: ۶۶۱) ابن السنی (۶۲۷ دوسرا نسخہ: ۶۲۸) ابن ابی عاصم (السنۃ: ۶۵۳ دوسرا نسخہ: ۶۶۵) اور ابن عبدالبر (التمہید ۱۴۶/۷ من حدیث ابی داود) نے ''**محمد بن إسحاق بن یسار: حدثني عتبة بن مسلم مولیٰ بني تیم عن أبي سلمة بن عبدالرحمٰن عن أبي ھریرة رضي الله عنه**'' کی سند سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار اگر سماع کی تصریح کریں تو صدوق حسن الحدیث ہیں، خواہ احکام ہوں یا تاریخ ومغازی۔ راقم الحروف نے ان کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔

عتبہ سے لے کر آخر تک سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

① شیطانی وسوسوں پر انسان کا کنٹرول نہیں ہے لیکن اگر ایسے وسوسے اس کے دل میں آئیں تو اسے چاہئے کہ فوراً اللہ سے دعا کرے کہ وہ اسے شیطانِ مردود کے وسوسوں سے بچائے۔ اسے بائیں طرف تھتکارنا بھی چاہئے تاکہ اس شیطانی وسوسے کا اثر زائل ہو جائے۔

② فضول سوالات سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

③ سیدنا عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تمھارا خون، تمھارے مال اور عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جیسے آج (حجِ اکبر کا دن اس شہر (مکہ) میں حرام ہے۔ خبردار! جو شخص بھی ظلم کرتا ہے تو وہ صرف اپنے آپ پر ہی ظلم کرتا ہے اور کوئی بیٹا اپنے باپ کے بدلے یا باپ اپنے بیٹے کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ خبردار! شیطان مایوس ہو گیا ہے کیونکہ اس شہر میں اس کی عبادت کبھی نہیں کی جائے گی لیکن اس کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں گے جو ان اعمال میں اُس کی پیروی کریں گے جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ پس وہ شیطان ان حقیر اعمال (چھوٹے گناہوں) پر بھی خوش ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۲۶۷۰، ابن ماجہ: ۳۰۵۵ والترمذی: ۲۱۵۹ وصححہ وسندہ حسن)

فضل اکبر کاشمیری

رحمۃ للعالمین

رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

[الانبیآء:۱۰۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے لئے (لعنت کی) بددعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إني لم أبعث لعّاناً وإنّما بعثت رحمةً))

مجھے لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔[مسلم:۲۶۱۳]

چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں لہٰذا غصے اور غضب میں آپ کا کسی مسلمان کو لعنت یا سَبّ وشتم کرنا بھی قیامت کے دن موجبِ رحمت قرار پائے گا۔

[دیکھئے ابوداود:۴۶۵۹ واسنادہ حسن، مسند احمد ۵/۴۳۷ ح ۲۳۷۰۶]

کامل مومنوں کے لئے آپ رحمت ہیں کیونکہ آپ کی اتباع دنیا وآخرت میں کامیابی کا سبب ہے۔ محاربین سے جہاد کرنا اُن کے لئے رحمت ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اہلِ ذمہ سے جزیہ لینا اُن کے لئے رحمت اور امن کا سبب ہے۔ منافقوں کے دل میں کفر ہوتا ہے لیکن ظاہری طور پر اُن کو مومنوں کی طرح حقوق دیئے جاتے ہیں یہ اُن کے لئے رحمت ہے۔

سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۶۱ میں مومنوں کے لئے رحمت کی تخصیص کی گئی ہے لہٰذا اُس سے خاص رحمت مراد ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی امت بالکلیہ تباہی وبربادی سے محفوظ کردی گئی یعنی اس پر کلی عذاب نہیں آئے گا۔ جبکہ گزشتہ نافرمان

امتیں حرفِ غلط کی طرح مٹادی گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

یقیناً تمھارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تمھاری جنس سے ہیں، جنھیں تمھاری تکلیف کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمھارے فائدے کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ مومنوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ [التوبۃ: ۱۲۸]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے آس پاس روشنی ہوگئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں اس (آگ) میں گرنے لگے اور (آگ جلانے والا) ان کو اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس پر غالب رہے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمھیں تمھاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر (آگ سے دور کرنے کے لئے) کھینچتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں زبردستی گرتے جاتے ہو۔''

[بخاری: ۶۴۸۳، مسلم ۲۲۸۴]

آپ ﷺ جانوروں کے لئے بھی باعثِ رحمت تھے۔

ایک بار اللہ کے نبی ﷺ ایک انصاری کے باغ میں رفع حاجت کے لئے گئے اس میں ایک اونٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہوگیا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آکر کہا: ''میرا یا رسول اللہ'' آپ نے فرمایا: اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تمھیں مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس پر جبر کرتے ہو۔ [مسند احمد ۱/۲۰۴ ح ۱۷۴۵ و سندہ صحیح و اصلہ فی صحیح مسلم: ۳۴۲]

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

کیا اہلِ حدیث نام صحیح ہے؟

سوال ہم اہلحدیث کیوں ہیں ؟ ہم مسلمین (مسلمان) کیوں نہیں ہیں؟ کیا کوئی صحابی اہلحدیث تھا؟ یا اس نے اپنا نام اہلحدیث رکھا ہو؟ دلائل سے واضح کریں ہم اہلحدیث کیوں ہیں؟ (جزاکم اللہ خیراً) یہ سوال ''جماعت المسلمین'' (فرقہ مسعودیہ) کی طرف سے ہے اور بخاری کی حدیث بھی پیش کی ہے کہ جماعت المسلمین اور اس کے امام کو لازم پکڑو۔

[ایک سائل، اسی طرح کا ایک سوال اُم خالد کامرہ کی طرف سے بھی آیا ہے۔]

جواب ''مسلمین''، مسلم کی جمع ہے اور بالا جماع مسلم مسلمان و مطیع و فرمان بردار کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے بہت سے نام اور القاب ہیں۔ مثلاً مہاجرین، انصار، صحابہ، وتابعین وغیرہ، ایک صحیح حدیث میں آیا ہے:

((فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عبا د الله۔))

پس پکارو، اللہ کی پکار کے ساتھ جس نے تمھارے نام مسلمین، مومنین (اور) عباد اللہ رکھے ہیں۔ [سنن ترمذی (۲۸۶۳) وقال: ''حسن صحیح غریب'' وصححہ ابن حبان (موارد۱۲۲۲۔۱۵۵۰) والحاکم (۱/۱۱۷، ۱۱۸، ۲۳۶، ۴۲۱، ۴۲۲) ووافقہ الذہبی]

اس کی سند صحیح ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

موسیٰ بن خلف ابوخلف عن یحییٰ بن ابی کثیر الخ کی روایت میں آیا ہے:

((فادعوا المسلمين بأسمائهم بما سما هم الله عزوجل المسلمين المؤمنين عباد الله عزوجل۔))

مسلمانوں کو ان کے ناموں مسلمین، مومنین (اور) عباد اللہ عزوجل سے پکارو جوکہ اللہ عزوجل نے ان کے نام رکھے ہیں۔

(مسند احمد ۴/۱۳۰ ح ۱۷۳۰۲ و اللفظ لہ ۴/۲۰۲ ح ۱۷۹۵۳، وسندہ حسن)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔اس کا ایک راوی ابوخلف موسیٰ بن خلف ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہے لہٰذا صدوق حسن الحدیث ہے۔

مسند احمد (۵/۲۴۴ ح ۲۳۲۹۸) میں اس کا ایک صحیح شاہد یعنی تائید والی روایت بھی ہے لہٰذا روایتِ مذکورہ بالکل صحیح ہے۔ **والحمدلله۔**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اور بھی نام ہیں لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''ہمارا نام صرف ایک: مسلم'' ہے، غلط اور باطل ہے۔

صحیح مسلم کے مقدمے میں مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول لکھا ہوا ہے کہ

''فینظر إلٰی أھل السنة فیؤ خذ حدیثھم''

پس اہل سنت کی طرف دیکھا جاتا تھا اور ان کی حدیث قبول کی جاتی تھی۔

(باب ۵ حدیث نمبر ۲۷ ترقیم دارالسلام)

اس قول کے راویوں اور امام مسلم کی رضامندی سے یہ قول موجود ہے۔صحیح مسلم ہزاروں لاکھوں علماء نے پڑھی ہے مگر کسی نے اس قول پر اعتراض نہیں کیا کہ مسلمانوں کا نام اہل سنت غلط ہے۔معلوم ہوا کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اہل سنت نام صحیح ہے۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ طائفۂ منصورہ ہمیشہ غالب رہے گا۔اس کی تشریح میں امام بخاری فرماتے ہیں: **''یعني أھل الحدیث''**

یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔(مسألة الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح)

امام بخاری کے استاد علی بن عبداللہ المدینی ایسی روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''ھم أھل الحدیث'' وہ اہل الحدیث ہیں۔

(سنن الترمذی، ابواب الفتن باب ماجاء فی الائمۃ المضلین ح ۲۲۲۹ نسخہ عارضۃ الاحوذی: ۹/۷۴ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

'' إذا رأیت الرجل یحب أھل الحدیث ...... فإنه علی السنة'' إلخ

اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو (سمجھ لے کہ) وہ

شخص سنت پر (چل رہا) ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۱۳۴ ح ۱۴۳ وسندہ صحیح)

احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا:

'' لیس فی الدنیا مبتدع إلا وهو یبغض أهل الحدیث ''

دنیا میں کوئی بھی ایسا بدعتی نہیں ہے جو کہ اہل الحدیث سے بغض نہیں رکھتا۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحدیث فلا أدري من هم۔''

اگر اس طائفۂ منصورہ سے مراد اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ وصححہ ابن حجر فی فتح الباری ۲۵۰/۱۳)

حفص بن غیاث نے اصحاب الحدیث کے بارے میں کہا:

''هم خیر أهل الدنیا'' یہ دنیا میں بہترین لوگ ہیں۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۳ وسندہ صحیح)

امام شافعی فرماتے ہیں:

'' إذا رأیت رجلاً من أصحاب الحدیث فكأني رأیت النبي ﷺ حیاً ''

جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں، تو گویا میں نبی ﷺ کو زندہ دیکھتا ہوں۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۹۴ ح ۸۵ وسندہ صحیح)

المحدث الصدوق امام ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے:

''تأویل مختلف الحدیث فی الرد علی أعداء أهل الحدیث ''

اس کتاب میں انھوں نے ''اہل الحدیث'' کے اعداء (دشمنوں) کا زبردست رد کیا ہے۔

یہ تمام اقوال محدثین کے درمیان بلا انکار و بلا اعتراض شائع و ذائع اور مشہور ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ''اہل الحدیث'' نام کے جائز وصحیح ہونے پر ائمۂ مسلمین کا اجماع ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امت مسلمہ گمراہی پر اجماع نہیں کرسکتی۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :((لا يجمع الله أمتي
أو قال: هٰذه الأمة على الضلالة أبداً ويدالله على الجماعة))
اللہ میری امت کو ــ یا فرمایا اس امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا اور اللہ
کا ہاتھ جماعت (اجماع) پر ہے۔ (المستدرک ۱/۱۱۶ح ۳۹۸، ۳۹۹ وسندہ صحیح)

ان چند دلائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مسلمین کا صفاتی نام اور لقب اہل الحدیث واہل السنۃ بھی ہے اور یہی گروہ طائفۂ منصورہ ہے۔ [تفصیلی دلائل آگے آ رہے ہیں۔]

اہل الحدیث کے دو ہی مفہوم ممکن ہیں:
① صحیح العقیدہ محدثین کرام
② صحیح العقیدہ عوام جو محدثین کے منہج پر ان کی اقتداء بادلیل کرتے ہیں۔
دیکھئے: مقدمۃ الفرقۃ الجدیدہ (ص ۱۹) ومجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۹۵/۴)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ طائفۂ منصورہ جنت میں جائے گا کیونکہ یہ اہل حق ہیں تو کیا صرف محدثین کرام ہی جنت میں جائیں گے اور ان کے عوام باہر دروازے پر ہی رہ جائیں گے؟

معلوم ہوا کہ طائفۂ منصورہ میں محدثین اور ان کے عوام دونوں ہی شامل ہیں۔

قرآن وحدیث کو اپنی عقل سے سمجھنے والے اور منکرِ اجماع مسعود احمد بی ایس سی تکفیری نے لکھا ہے:

''ہم بھی محدثین کو اہل الحدیث کہتے ہیں۔ زبیر صاحب کا مذکورہ بالا قول ہماری تائید ہے نہ کہ تردید۔'' (الجماعۃ القدیمہ بجواب الفرقۃ الجدیدہ ص ۵)

حدیث بیان کرنے والوں کو محدثین کہتے ہیں۔ یہ عوام المسلمین کو بھی معلوم ہے صحابہ وتابعین نے احادیث بیان کی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابہ وتابعین سب محدثین (اہل الحدیث) تھے۔

مسعود صاحب پر ایک نئی ''وحی'' نازل ہوئی ہے، وہ متکبرانہ اعلان کرتے ہیں کہ
''محدثین تو گزر گئے اب تو وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔''
(الجماعۃ القدیمہ ص ۲۹)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے برادر محترم ڈاکٹر ابو جابر الدامانوی فرماتے ہیں:

''گویا موصوف کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اسی طرح محدثین کا سلسلہ بھی کسی خاص محدث پر ختم ہو چکا ہے اور اب قیامت تک کوئی محدث پیدا نہیں ہوگا اور اب جو بھی آئے گا وہ صرف ناقل ہی ہوگا۔ جس طرح لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا۔ کسی نے بارہ کے بعد ائمہ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ موصوف کا خیال ہوگا کہ اسی طرح محدثین کی آمد کا سلسلہ بھی اب ختم ہو چکا ہے لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے کسی دلیل کا ذکر نہیں کیا، اقوال الرجال تو ویسے ہی موصوف کی نگاہ میں قابل التفات نہیں ہیں البتہ اپنے ہی قول کو انھوں نے اس سلسلہ میں حجت مانا ہے۔ حالانکہ جو لوگ بھی فن حدیث کے ساتھ شغف رکھتے ہیں ان کا شمار محدثین کے زمرے میں ہوتا ہے''۔

(خلاصۃ الفرقۃ الجدیدہ ص ۵۵)

صحیح بخاری والی حدیث ''تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ''

جماعت المسلمین اور اس کے امام کو لازم پکڑو (۷۰۸۴)

اس حدیث پر امام بخاری کے لکھے ہوئے باب ''كيف الأمر إذا لم تكن جماعة'' کی تشریح میں حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

''والمعنى ماالذي يفعل المسلم في حال الإختلاف من قبل أن يقع الإجماع على خليفة'' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک خلیفہ پر اجماع ہونے سے پہلے حالتِ اختلاف میں مسلمان کیا کرے؟ (فتح الباری ۱۳/۳۵ ح ۷۰۸۴)

عینی حنفی لکھتے ہیں:

''وحاصل معنى الترجمة أنه إذا وقع اختلاف ولم يكن خليفة فكيف يفعل المسلم من قبل أن يقع الإجتماع على خليفة'' اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اختلاف ہو جائے اور خلیفہ نہ ہو تو خلیفہ پر اجماع سے پہلے مسلمان کیا کرے گا؟

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۳ کتاب الفتن)

''جماعة'' کی تشریح میں قسطلانی لکھتے ہیں:

''مجتمعون على خليفة'' ایک خلیفہ پر جمع ہونے والے۔ (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۱۸۳)

ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) لکھتے ہیں:

'' یعني: أنه متی اجتمع المسلمون علیٰ إمام فلا یخرج علیه وإن جار کما تقدم وکما فی الروایة الأخریٰ: فاسمع و أطع ، وعلیٰ هٰذا فتشهد مع أئمة الجور الصلوات والجماعات والجهاد والحج وتجتنب معاصیهم ولا یطاعنون فیها''

یعنی: جب بھی تمام مسلمان کسی امام (خلیفہ) پر جمع ہو جائیں تو اس کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ ظالم ہو، جیسا کہ گزر چکا ہے اور جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے: پس سنو اور اطاعت کرو (اگرچہ وہ تمھاری پیٹھ پر مارے) اس حدیث کی رُو سے نمازیں، جماعتیں، جہاد اور حج (وغیرہ) ظالم حکمرانوں کے ساتھ مل کر ادا کی جاتی ہیں۔ اُن کے گناہوں سے اجتناب کیا جاتا ہے اور ان پر طعن نہیں کیا جاتا۔ (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج ۴ ص ۵۷)

قرطبی مزید فرماتے ہیں:

'' فلو بایع أهل الحل والعقد لواحد موصوف بشروط الإمامة لا نعقدت له الخلافة وحرمت علیٰ کل أحد المخالفة''

پس اگر (تمام) اہلِ حل وعقد امامت کے کسی مستحق کی بیعت کرلیں تو اس کی خلافت قائم ہو جاتی ہے اور ہر ایک پر اس کی مخالفت حرام ہو جاتی ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۵۷، ۵۸)

شارحینِ حدیث کی ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ جماعت المسلمین اور ان کے امام سے مراد خلافت اور خلیفہ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فإن لم تجد یومئذ خلیفة فاهرب حتی تموت)) إلخ

پس اگر تو اُس دن خلیفہ نہ پائے تو موت تک کے لئے بھاگ جا۔

(سنن ابی داود: ۴۲۴۷ وصحیح ابی عوانہ ۴/ ۴۷۶ وسندہ حسن، صخر بن بدر وثقہ ابن حبان وابوعوانہ وسبیع بن خالد وثقہ العجلی وابن حبان وللحدیث شواہد)

ایک اہم فائدہ: ابن بطال القرطبی (متوفی ۴۴۹ھ) نے کہا:

'' **فإذا لم يكن لهم إمام فافترق أهل الإسلام أحزاباً فواجب اعتزال تلك الفرق كلها**''

پس جب ان لوگوں کا امام (خلیفہ) نہ ہو اور اہلِ اسلام حزبوں (پارٹیوں) میں بٹ جائیں تو ان تمام فرقوں سے دُور ہو جانا واجب (فرض) ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ۱۰/۳۲)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے دو قسم کے لوگوں نے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے:

۱) وہ لوگ جنھوں نے ''جماعت المسلمین'' کے نام سے ایک کاغذی پارٹی (حزب) بنائی اور ایک عام آدمی اس کا امام بن گیا حالانکہ یہ پارٹی خلافتِ مسلمین نہیں ہے اور اس کا نام نہاد امام خلیفہ نہیں ہے۔

۲) وہ لوگ جنھوں نے ایک کاغذی خلیفہ بنایا جس کے پاس نہ فوج ہے اور نہ کوئی طاقت اس کاغذی خلیفہ کا ایک انچ زمین پر قبضہ نہیں ہے۔ اس خلیفہ نے کفار سے جہاد کیا نہ شرعی حدود کا نفاذ کیا، اسے خلیفہ کہنا خلافت کے ساتھ مذاق ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت: ۳۰ کی تشریح میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

'' **وقد استدل القرطبي وغيره بهٰذه الآية على وجوب نصب الخليفة ليفصل بين الناس فيما يختلفون فيه ويقطع تنازعهم وينتصر لمظلومهم من ظالمهم ويقيم الحدود ويزجر عن تعاطى الفواحش**''

قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خلیفہ قائم کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے درمیان اختلافات میں فیصلہ کرے اور جھگڑے ختم کر دے۔ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرے، حدود کا نفاذ کرے اور بے حیائی، فحاشی کے کاموں سے روکے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۰۴)

قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء اور قاضی علی بن محمد بن حبیب الماوردی نے بھی خلیفہ کے لئے جہاد، سیاست اور اقامتِ حدود کو شرط قرار دیا ہے۔ دیکھئے الاحکام السلطانیہ (ص ۲۲) والاحکام السلطانیہ للماوردی (ص ٦) اور ماہنامہ الحدیث: ۲۲ ص ۳۹

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: '' **ولأن المسلمين لابدّ لهم من إمام يقوم بتنفيذ**

أحكامهم وإقامة حدود هم وسدّ ثغورهم و تجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم ... '' مسلمانوں کا ایسا امام (خلیفہ) ہونا ضروری ہے جو احکام نافذ کرے، حدود قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، لشکر تیار کرے اور لوگوں سے صدقات (قوت کے ساتھ) وصول کرے۔ (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۴۶)

علمائے کرام کی ان تشریحات کے سراسر خلاف ایک کاغذی خلیفہ بنانا جو اپنے گھر میں شرعی حدود قائم کرنے سے عاجز ہو اور اپنے گھر کی دیواروں کی حفاظت نہ کر سکتا ہو (وغیرہ) ان لوگوں کا کام ہے جو اُمتِ مسلمہ میں فرقہ پرستی اور باطل نظریات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ((من مات وليس له إمام مات ميتة جاهلية)) جو شخص فوت ہو جائے اور اس کی گردن میں امام (خلیفہ) کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اس کی تشریح میں امام احمد فرماتے ہیں: '' تدري ما الإمام ؟ الذي يجتمع المسلمون عليه، كلهم يقول: هٰذا إمام ، فهٰذا معناه ''
تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے۔ ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے ، یہ ہے اس حدیث کا معنی۔

(سوالات ابن ہانی ص ۱۸۵ فقرہ: ۲۰۱۱، السنۃ للخلال ص ۸۱ فقرہ: ۱۰، المسند من مسائل الامام احمد، ق: ۱، بحوالہ الامامۃ العظمیٰ عند اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۱۷)

مختصر یہ کہ امام اور جماعت المسلمین والی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض الناس کا کاغذی جماعتیں اور کاغذی امیر بنانا بالکل غلط ہے اور سلف صالحین کے فہم کے سراسر خلاف ہے۔

بعض لوگ ''اہلِ حدیث'' نام سے بہت چڑتے ہیں اور عوام الناس میں یہ مشہور کرنے کی سعی نامراد کرتے ہیں کہ ''یہ نام فرقہ وارانہ ہے چونکہ ہم مسلمان ہیں لہٰذا ہمیں مسلمان ہی کہلانا چاہئے'' لہٰذا ہم نے اپنے اسلاف، محدثین اور ائمۂ کرام سے متعدد دلائل پیش کئے ہیں کہ اہلِ حدیث کہلانا نہ صرف جائز ہے بلکہ پسندیدہ بھی ہے اور یہی طائفۂ منصورہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

اہلِ حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع

سلف صالحین کے آثار سے پچاس (۵۰) حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ حدیث کا لقب اور صفاتی نام بالکل صحیح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

۱) بخاری: امام بخاری نے طائفۂ منصورہ کے بارے میں فرمایا:

''**يعني أهل الحديث**'' یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

[مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح، الحجۃ فی بیان المحجۃ ۱/۲۴۶]

امام بخاری نے یحییٰ بن سعید القطان سے ایک راوی کے بارے میں نقل کیا:

''**لم يكن من أهل الحديث...**'' وہ اہل الحدیث میں سے نہیں تھا۔

[التاریخ الکبیر ۶/۴۲۹، الضعفاء الصغیر: ۲۸۱]

۲) مسلم: امام مسلم مجروح راویوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''**هم عند أهل الحديث متهمون**'' وہ اہلِ حدیث کے نزدیک متہم ہیں۔

[صحیح مسلم، المقدمہ ص ۶ (قبل الباب الاول) دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۵]

امام مسلم نے مزید فرمایا:

''**وقد شرحنا من مذهب الحديث وأهله ...**'' ہم نے حدیث اور اہلِ حدیث کے مذہب کی تشریح کی۔ [حوالہ مذکورہ]

امام مسلم نے ایوب السختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور ان کے بعد آنے والوں کو ''**من أهل الحديث**'' اہلِ حدیث میں سے قرار دیا۔

[صحیح مسلم، المقدمہ ص ۲۲ (باب صحۃ الاحتجاج بالحدیث المعنعن) دوسرا نسخہ ۱/۲۶ تیسرا نسخہ ۱/۲۳]

۳) شافعی: ایک ضعیف روایت کے بارے میں امام محمد بن ادریس الشافعی فرماتے ہیں:
''**لا يثبت أهل الحديث مثله**'' اس جیسی روایت کو اہلِ حدیث ثابت نہیں سمجھتے۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۰/۱ وسندہ صحیح]

امام شافعی نے فرمایا: '' **إذا رأيت رجلاً من أصحاب الحديث فكأني رأيت النبي ﷺ حيًا** '' جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو گویا میں نبی ﷺ کو زندہ دیکھتا ہوں۔ [شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۸۵ وسندہ صحیح]

٤) احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل سے طائفۂ منصورہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''**إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم؟**'' اگر یہ طائفۂ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

[معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ رقم: ۲ وسندہ حسن، وصححہ ابن حجر فی فتح الباری ۲۹۳/۱۳ تحت ح ۷۳۱۱]

٥) یحییٰ بن سعید القطان: امام یحییٰ بن سعید القطان نے سلیمان بن طرخان التیمی کے بارے میں فرمایا: ''**كان التيمي عندنا من أهل الحديث**''
تیمی ہمارے نزدیک اہلِ حدیث میں سے ہیں۔

[مسند علی بن الجعد ۵۹۴/۱ ح ۱۳۵۴ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۴، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۱۲۵/۴ وسندہ صحیح]

ایک راویٔ حدیث عمران بن قدامہ العمی کے بارے میں یحییٰ القطان نے کہا:
'' **ولكنه لم يكن من أهل الحديث** '' لیکن وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

[الجرح والتعدیل ۳۰۳/۶ وسندہ صحیح]

٦) ترمذی: امام ترمذی نے ابوزید نامی ایک راوی کے بارے میں فرمایا:
''**وأبو زيد رجل مجهول عند أهل الحديث**'' اور اہل حدیث کے نزدیک ابوزید مجہول آدمی ہے۔ [سنن الترمذی: ۸۸]

۷) ابوداود: امام ابوداود السجستانی نے فرمایا:
''**عند عامة أهل الحديث**'' عام اہلِ حدیث کے نزدیک

[رسالۃ ابی داود الیٰ مکہ فی وصف سننہ ص ۳۰، مخطوط ص ۱]

۸) نسائی: امام نسائی نے فرمایا:

''ومنفعةً لأهل الإسلام ومن أهل الحديث والعلم والفقه والقرآن''

اور اہلِ اسلام کے لئے نفع ہے اور اہلِ حدیث، علم وفقہ وقرآن والوں میں سے۔

[سنن النسائی ۱۳۵/۷ ح ۴۱۴۷، التعلیقات السلفیۃ: ۴۱۵۲]

۹) ابن خزیمہ: امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

''لم نر خلافاً بين علماء أهل الحديث أن هذا الخبر صحيح من جهة النقل''

ہم نے علمائے اہلِ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں دیکھا کہ یہ حدیث روایت کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ۲۱/۱ ح ۳۱]

۱۰) ابن حبان: حافظ محمد بن حبان البستی نے ایک حدیث پر درج ذیل باب باندھا:

''ذكر خبر شنّع به بعض المعطلة على أهل الحديث، حيث حرموا توفيق الإصابة لمعناه''

اس حدیث کا ذکر جس کے ذریعے بعض معطلہ فرقے والے اہلِ حدیث پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ یہ (معطلہ) اس کے صحیح معنی کی توفیق سے محروم ہیں۔

[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۶۶ دوسرا نسخہ: ۵۶۵]

ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حبان نے اہل الحدیث کی یہ صفت بیان کی ہے:

''ينتحلون السنن ويذبون عنها و يقمعون من خالفها''

وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع کرتے ہیں۔ [صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۲۹ دوسرا نسخہ: ۶۱۶۲] نیز دیکھئے الاحسان (۱۴۰/۱ قبل ح ۶۱)

۱۱) ابوعوانہ: امام ابوعوانہ الاسفرائنی ایک مسئلے کے بارے میں امام مزنی کو بتاتے ہیں:

''اختلاف بين أهل الحديث'' اس میں اہلِ حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔

[دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۴۹]

۱۲) عجلی: امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی نے امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں فرمایا:

''وكان بعض أهل الحديث يقول: هو أثبت الناس في حديث الزهري...''

اور بعض اہلِ حدیث کہتے تھے کہ وہ زہری کی حدیث میں سب سے زیادہ ثقہ ہیں۔

[معرفۃ الثقات ۱/۴۱۷ ت ۶۳۱، دوسرا نسخہ: ۵۷۷]

۱۳) حاکم: ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری نے امام یحییٰ بن معین کے بارے میں فرمایا:

''إمام أهل الحديث'' اہلِ حدیث کے امام [المستدرک ۱/۱۹۸ ح ۷۱۰]

۱۴) حاکم کبیر: ابواحمد الحاکم الکبیر نے ایک کتاب لکھی ہے:

''شعار أصحاب الحديث'' اصحاب الحدیث کا شعار

یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق اور ترجمے سے چھپ چکی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۹ ص ۴ تا ۲۸۔

۱۵) فریابی: محمد بن یوسف الفریابی نے کہا:

''رأينا سفيان الثوري بالكوفة وكنا جماعة من أهل الحديث''

ہم نے سفیان ثوری کو کوفہ میں دیکھا اور ہم اہلِ حدیث کی ایک جماعت تھے۔

[الجرح والتعدیل ۱/۶۰ وسندہ صحیح]

۱۶) فریابی: جعفر بن محمد الفریابی نے ابراہیم بن موسیٰ الوزدولی کے بارے میں کہا:

''وله ابن من أصحاب الحديث يقال له: إسحاق''

اس کا بیٹا اصحاب الحدیث میں سے ہے، اسے اسحاق کہتے ہیں۔

[الکامل لابن عدی ۱/۱۷۲ دوسرا نسخہ ۱/۴۴۰ وسندہ صحیح]

۱۷) ابوحاتم الرازی: اسماء الرجال کے مشہور امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں:

''واتفاق أهل الحديث على شئ يكون حجة''

اور کسی چیز پر اہلِ حدیث کا اتفاق حجت ہوتا ہے۔ [کتاب المراسیل ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳]

۱۸) ابوعبید: امام ابوعبید القاسم بن سلام ایک اثر کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وقد يأخذ بهذا بعض أهل الحديث'' بعض اہلِ حدیث اسے لیتے ہیں۔

[کتاب الطھو رلابی عبید:۱۷۴،الاوسط لابن المنذ ر۱/۲۶۵]

۱۹) ابوبکر بن ابی داود: امام ابوداود السجستانی کے صدوق عندالجمہو رصاحب زادے ابوبکر بن ابی داود فرماتے ہیں:

''ولا تك من قوم تلهو بدينهم فتطعن في أهل الحديث وتقدح''

اورتُو اس قوم میں نہ ہونا جواپنے دین سے کھیلتے ہیں (ورنہ) تو اہلِ حدیث پر طعن و جرح کر بیٹھے گا۔[کتاب الشریعۃ لمحمد بن الحسین الآجری ص ۹۷۵ وسندہ صحیح]

۲۰) ابن ابی عاصم: امام احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد عرف ابن ابی عاصم ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''رجل من أهل الحديث ثقة'' وہ اہلِ حدیث میں سے ایک ثقہ آدمی ہے۔

[الآحاد والمثانی ۱/۴۲۸ ح ۶۰۴]

۲۱) ابن شاہین: حافظ ابوحفص عمر بن شاہین نے عمران العمی کے بارے میں یحییٰ القطان کا قول نقل کیا:''ولكن لم يكن من أهل الحديث ''لیکن وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

[تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین:۱۰۸۴]

۲۲) الجوزجانی: ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا:

''ثم الشائع في أهل الحديث ... '' پھر اہلِ حدیث میں مشہور ہے۔

[احوال الرجال ص ۴۳ رقم:۱۰] نیز دیکھئے ص ۲۱۴

۲۳) احمد بن سنان الواسطی: امام احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا:

''ليس فى الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث''

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں ہے جو کہ اہلِ حدیث (اہل الحدیث) سے بغض نہیں رکھتا۔

[معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ رقم:۶ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ جو شخص اہلِ حدیث سے بغض رکھتا ہے یا اہلِ حدیث کو بُرا کہتا ہے تو وہ شخص پکا بدعتی ہے۔

۲۴) علی بن عبداللہ المدینی: امام بخاری وغیرہ کے استاد امام علی بن عبداللہ المدینی ایک روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''**يعني أهل الحديث**'' یعنی وہ اہلِ حدیث (اصحاب الحدیث) ہیں۔

[سنن الترمذی: ۲۲۲۹، عارضۃ الاحوذی ۹/۷۴]

۲۵) قتیبہ بن سعید: امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

''**إذا رأيت الرجل يحب أهل الحديث .... فإنه على السنة**''

اگر تُو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو یہ شخص سنت پر (چل رہا) ہے۔

[شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۴۳ وسندہ صحیح]

۲۶) ابن قتیبہ الدینوری: المحدث الصدوق امام ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے:

''**تأويل مختلف الحديث فى الرد على أعداء أهل الحديث**''

اس کتاب میں انھوں نے اہل الحدیث کے دشمنوں کا زبردست رد کیا ہے۔

۲۷) بیہقی: احمد بن الحسین البیہقی نے مالک بن انس، اوزاعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہم کو ''**من أهل الحديث**'' اہلِ حدیث میں سے، لکھا ہے۔ [کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد للبیہقی ص ۱۸۰]

۲۸) اسماعیلی: حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

''**لم يكن من أهل الحديث**'' وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

[کتاب المعجم ۱/۴۶۹ ت ۱۲۱، محمد بن جبریل النسوی]

۲۹) خطیب: خطیب بغدادی نے اہلِ حدیث کے فضائل پر ایک کتاب

''**شرف أصحاب الحديث**'' لکھی ہے جو کہ مطبوع ہے۔

خطیب کی طرف ''**نصيحة أهل الحديث**'' نامی کتاب بھی منسوب ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۱/۲۲۴ ت ۵۱)

۳۰) ابونعیم الاصبہانی: ابونعیم الاصبہانی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

''لا یخفی علیٰ علماء أهل الحدیث فساده''

علمائے اہلِ حدیث پر اس کا فساد مخفی نہیں ہے۔[المستخرج علیٰ صحیح مسلم ج۱ ص۶۷ فقرہ:۸۹]

ابونعیم الاصبہانی نے کہا: ''**وذهب الشافعي مذهب أهل الحدیث**''

اور شافعی اہلِ حدیث کے مذہب پر گامزن تھے۔ [حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۲]

۳۱) ابن المنذر: حافظ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری نے اپنے ساتھیوں اور امام شافعی وغیرہ کو ''اہل الحدیث'' کہا۔ دیکھئے الاوسط (۲/۳۰۷ تحت ح: ۹۱۵)

۳۲) الآجری: امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری نے اہلِ حدیث کو اپنا بھائی کہا:

''نصیحة لإخواني من أهل القرآن وأهل الحدیث وأهل الفقه وغیرهم من سائر المسلمین'' میرے بھائیوں کے لئے نصیحت ہے۔ اہلِ قرآن، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ میں (جو) تمام مسلمانوں میں سے ہیں۔[الشریعۃ ص۳، دوسرا نسخہ ص۷]

تنبیہ: منکرینِ حدیث کو اہلِ قرآن یا اہلِ فقہ کہنا غلط ہے۔ اہلِ قرآن، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ وغیرہ القاب اور صفاتی نام ایک ہی جماعت کے نام ہیں۔ والحمدللہ

۳۳) ابن عبدالبر: حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر الاندلسی نے کہا:

''وقالت طائفة من أهل الحدیث''

اہلِ حدیث کے ایک گروہ نے کہا: [التمہید ج۱ ص۱۶]

۳۴) ابن تیمیہ: حافظ ابن تیمیہ الحرانی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

''الحمد لله رب العالمین، أما البخاري وأبو داود فإما مان فی الفقه من أهل الإجتهاد۔ وأما مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه وابن خزیمة وأبو یعلیٰ والبزار ونحوهم فهم علیٰ مذهب أهل الحدیث، لیسوا مقلدین لواحد بعینه من العلماء ولا هم من الأئمة المجتهدین علی الإطلاق..''

الحمدللہ رب العالمین، بخاری اور ابوداود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔

رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اورالبزار وغیرہم تو وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے اور نہ مجتہد مطلق تھے۔ [مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰]

تنبیہ: ابن تیمیہ کا ان کبار ائمۂ حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ''نہ مجتہد مطلق تھے'' محلِ نظر ہے۔

۳۵) ابن رشید: ابن رشید الفہری (متوفی ۷۲۱ھ) نے امام ایوب السختیانی وغیرہ کبار علماء کے بارے میں فرمایا: ''من أهل الحديث'' (وہ) اہلِ حدیث میں سے (تھے)

[السنن الابین ص ۱۱۹، نیز دیکھئے السنن الابین ص ۱۲۴]

۳۶) ابن القیم: حافظ ابن القیم نے اپنے مشہور قصیدے نونیہ میں کہا:

''یا مبغضاً أهل الحديث وشاتماً أبشر بعقد ولاية الشيطان''

اے اہلِ حدیث سے بغض کرنے والے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔

[الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ ص ۱۹۹ فصل فی ان اہل الحدیث ہم انصار رسول اللہ ﷺ وخاصتہ]

۳۷) ابن کثیر: حافظ اسماعیل بن کثیر الدمشقی نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۷۱ کی تفسیر میں فرمایا: '' وقال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث لأن إمامهم النبي ﷺ '' بعض سلف (صالحین) نے کہا: یہ (آیت) اصحاب الحدیث کی سب سے بڑی فضیلت ہے کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر ۴/ ۱۶۴]

۳۸) ابن المنادی: امام ابن المنادی البغدادی نے قاسم بن زکریا یحییٰ المطرز کے بارے میں کہا: '' وكان من أهل الحديث والصدق '' اور وہ اہلِ حدیث میں سے (اور) سچائی والوں میں سے تھے۔ [تاریخ بغداد ۱۲/ ۴۴۱ ت ۶۹۱۰ وسندہ حسن]

۳۹) شیرویہ الدیلمی: دیلم کے مشہور مؤرخ امام شیرویہ بن شہردار الدیلمی نے عبدوس (عبدالرحمٰن) بن احمد بن عباد الثقفی الہمدانی کے بارے میں اپنی تاریخ میں کہا:

''روى عنه عامة أهل الحديث ببلدنا و كان ثقة متقناً''

ہمارے علاقے کے عام اہلِ حدیث نے اُن سے روایت بیان کی ہے اور وہ ثقہ مُتقن تھے۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۴۳۸ والاحتجاج بہ صحیح لأن الذہبی یروی من کتابہ]

۴۰) **محمد بن علی الصوری:** بغداد کے مشہور امام ابو عبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن محمد الصوری نے کہا:

'' قل لمن عاندالحديث و	أضحى عائباً أهله و من يد عيه
أبعلم تقول هٰذا، أبنِ لي	أم بجهلٍ فالجهل خلق السفيه
أيعاب الذين هم حفظوا	الدين من الترهات و التحويه ''

حدیث سے دشمنی اور اہلِ حدیث کی عیب جوئی کرنے والے سے کہہ دو کیا تو علم سے یہ کہہ رہا ہے؟ بتا دے۔ اگر جہالت سے تو جہالت بیوقوف کی عادت ہے۔ کیا اُن لوگوں کی عیب جوئی کی جاتی ہے جنھوں نے دین کو باطل اور بے بنیاد باتوں سے بچایا ہے۔؟

[تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۳/ ۱۱۱۷ ت ۱۰۰۲ و سندہ حسن، سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۶۳۱، المنتظم لابن الجوزی ۱۵/ ۳۲۴]

۴۱) سیوطی: آیتِ کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ [بنی اسرائیل: ۷۱] کی تشریح میں جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

''ليس لأهل الحديث منقبة أشرف من ذلك لأنه لا إمام لهم غيره ﷺ''

اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ فضیلت والی اور کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے سوا اہلِ حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔ [تدریب الراوی ۲/ ۱۲۶، نوع ۲۷]

۴۲) قوام السنہ: قوام السنہ اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی نے کہا:

'' ذكر أهل الحديث و أنهم الفرقة الظاهرة على الحق إلٰى أن تقوم الساعة''

اہلِ حدیث کا ذکر اور وہی قیامت تک حق پر غالب فرقہ ہے۔

[الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ اہل السنۃ ۱/ ۲۴۶]

۴۳) رامہرمزی: قاضی حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی نے کہا:

'' وقد شرف الله الحديث و فضل أهله '' اللہ نے حدیث اوراہلِ حدیث کوفضیلت بخشی ہے۔[المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۱۵۹ رقم:۱]

٤٤) حفص بن غیاث: حفص بن غیاث سے اصحاب الحدیث کے بارے میں پوچھا گیا توانھوں نے کہا: '' **هم خير أهل الدنيا** '' وہ دنیامیں سب سے بہترین ہیں۔

[معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۳ ح ۲ وسندہ صحیح]

٤٥) نصر بن ابراہیم المقدسی: ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی نے کہا:

'' **باب :فضيلة أهل الحديث** '' اہلِ حدیث کی فضیلت کا باب

[الحجۃ علیٰ تارک المحجۃ ج ۱ ص ۳۲۵]

٤٦) ابن مفلح: ابوعبداللہ محمد بن مفلح المقدسی نے کہا:

'' **أهل الحديث هم الطائفة الناجية القائمون على الحق** ''

اہل حدیث ناجی گروہ ہے جوحق پر قائم ہے۔ [الآداب الشرعیۃ ۱/۲۱۱]

٤٧) الامیر الیمانی: محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی نے کہا:

''**عليك بأصحاب الحديث الأفاضل تجد عندهم كل الهدى و الفضائل** ''

فضیلت والے اصحاب الحدیث کولازم پکڑو، تم ان کے پاس ہرقسم کی ہدایت اور فضیلتیں پاؤ گے۔

[الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ج ۱ ص ۱۴۶]

٤٨) ابن الصلاح: صحیح حدیث کی تعریف کرنے کے بعد حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں:

'' **فهذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث** ''

یہ وہ حدیث ہے جسے صحیح قرار دینے پر اہلِ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

[علوم الحدیث عرف مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۲۰]

٤٩) الصابونی: ابواسماعیل عبدالرحمٰن بن اسماعیل الصابونی نے ایک کتاب لکھی ہے:

'' **عقيدة السلف أصحاب الحديث** '' سلف: اصحاب الحدیث کا عقیدہ

اس میں وہ کہتے ہیں:'' **ویعتقد أهل الحدیث ویشهدون أن الله سبحانه وتعالٰی فوق سبع سموات علٰی عرشه**'' اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے اوراس کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔[عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث ص ۱۴]

۵۰) عبدالقاہر البغدادی: ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بن محمد البغدادی نے شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والوں کے بارے میں کہا:'' **کلهم علٰی مذهب أهل الحدیث من أهل السنة**'' وہ سب اہلِ سنت میں سے اہلِ حدیث کے مذہب پر ہیں۔

[اصول الدین ص ۳۱۷]

ان پچاس حوالوں سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا مہاجرین، انصار اور اہلِ سنت کی طرح صفاتی نام اور لقب اہلِ حدیث ہے اور اس لقب کے جواز پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اہلِ حدیث نام و لقب کو غلط، ناجائز یا بدعت ہرگز نہیں کہا لہٰذا بعض خوارج اور ان سے متاثرین کا اہلِ حدیث نام سے نفرت کرنا، اسے بدعت اور فرقہ وارانہ نام کہہ کر مذاق اڑانا اصل میں تمام محدثین اور امتِ مسلمہ کے اجماع کی مخالفت کرنا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے اہل الحدیث یا اصحاب الحدیث وغیرہ صفاتی ناموں کا ثبوت ملتا ہے۔ محدثین کرام کی ان تصریحات اور اجماع سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث ان صحیح العقیدہ محدثین وعوام کا لقب ہے جو بغیر تقلید کے کتاب وسنت پر فہم سلف صالحین کی روشنی میں عمل کرتے ہیں اور ان کے عقائد بھی کتاب وسنت اور اجماع کے بالکل مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اہل حدیث اور اہلِ سنت ایک ہی گروہ کے صفاتی نام ہیں۔

بعض اہل بدعت یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث صرف محدثین کو کہتے ہیں چاہے وہ اہل سنت میں سے ہوں یا اہلِ بدعت میں سے، ان لوگوں کا یہ قول فہم سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اہلِ بدعت کے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ گمراہ لوگوں کو بھی طائفۂ منصورہ قرار دیا جائے حالانکہ اس قول کا باطل ہونا عوام پر بھی ظاہر ہے۔ بعض راویوں کے بارے میں خود محدثین نے یہ صراحت کی ہے وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۵، ۲۱، ۲۸)

دنیا کا ہر بدعتی اہلِ حدیث سے نفرت کرتا ہے تو کیا ہر بدعتی اپنے آپ سے بھی نفرت کرتا ہے۔

حق یہ ہے کہ اہلِ حدیث کے اس صفاتی نام ولقب کا مصداق صرف دو گروہ ہیں:

① حدیث بیان کرنے والے (محدثین)

② حدیث پر عمل کرنے والے (محدثین اور اُن کے عوام)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين علىٰ سماعه أو كتابته أو روايته ، بل نعني بهم : كل من كان أحق بحفظه ومعرفته وفهمه ظاهراً وباطناً ، واتباعه باطناً وظاهراً، وكذلك أهل القرآن .**''

اہلِ حدیث کا ہم یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنھوں نے حدیث سنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہلِ قرآن کا ہے۔ [مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۹۵/۴]

حافظ ابن تیمیہ کے اس فہم سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث سے مراد محدثین اور ان کے عوام ہیں۔ آخر میں عرض ہے کہ اہلِ حدیث کوئی نسلی فرقہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی جماعت ہے۔ ہر وہ شخص اہلِ حدیث ہے جو قرآن و حدیث و اجماع پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کرے اور اسی پر اپنا عقیدہ رکھے۔ اپنے آپ کو اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کہلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب یہ شخص جنتی ہو گیا ہے۔ اب اعمالِ صالحہ ترک، خواہشات کی پیروی اور من مانی زندگی گزاری جائے بلکہ وہی شخص کامیاب ہے جس نے اہلِ حدیث (اہلِ سنت) نام کی لاج رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزاری۔ واضح رہے نجات کے لئے صرف نام کا لیبل کافی نہیں ہے بلکہ نجات کا دارومدار قلوب و اذہان کی تطہیر اور ایمان و عقیدے کی درستی کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر ہے۔ یہی شخص اللہ کے فضل و کرم سے ابدی نجات کا مستحق ہوگا۔ ان شاء اللہ (۲۹ رجب ۱۴۲۷ھ)

اس تحقیقی مضمون میں جن علماء کے حوالے پیش کئے گئے ہیں ان کے ناموں کی ترتیب بلحاظِ حروفِ تہجی درج ذیل ہے:

ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ): ۲۰
ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ): ۳۴
ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ): ۱۰
ابن خزیمہ (متوفی ۳۱۱ھ): ۹
ابن رشید (متوفی ۷۲۱ھ): ۳۵
ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ): ۲۱
ابن الصلاح (متوفی ۸۰۶ھ): ۴۸
ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ): ۳۳
ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ): ۲۶
ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ): ۳۶
ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ): ۳۷
ابن مفلح (متوفی ۷۶۳ھ): ۴۶
ابن المنادی (متوفی ۳۳۶ھ): ۳۸
ابن المنذر (متوفی ۳۱۸ھ): ۳۱
ابوبکر بن ابی داود (متوفی ۳۱۶ھ): ۱۹
ابوحاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ): ۱۷
ابوداود (متوفی ۲۷۵ھ): ۷
ابوعبید (متوفی ۲۲۴ھ): ۱۸
ابوعوانہ (متوفی ۳۱۶ھ): ۱۱
ابونعیم الاصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ): ۳۰
احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ): ۴
احمد بن سنان (متوفی ۲۵۹ھ): ۲۳
اسماعیلی (متوفی ۳۷۱ھ): ۲۸
بخاری (متوفی ۲۵۶ھ): ۱
بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ): ۲۷
ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ): ۶
جعفر بن محمد الفریابی (متوفی ۳۰۱ھ): ۱۶
جوزجانی (متوفی ۲۵۹ھ): ۲۲
حاکم صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ھ): ۱۳
حاکم کبیر (متوفی ۳۷۸ھ): ۱۴
حفص بن غیاث (متوفی ۱۹۴ھ): ۴۴
خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ): ۲۹
رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ): ۴۳
سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ): ۴۱
شافعی (متوفی ۲۰۴ھ): ۳
شیرویہ الدیلمی (متوفی ۵۰۹ھ): ۳۹
عبدالرحمٰن الصابونی (متوفی ۴۴۹ھ): ۴۹
عبدالقاہر بن طاہر (متوفی ۴۲۹ھ): ۵۰
عجلی (متوفی ۲۶۱ھ): ۱۲
علی بن عبداللہ المدینی (متوفی ۲۳۴ھ): ۲۴
قتیبہ بن سعید (متوفی ۲۴۰ھ): ۲۵
قوام السنۃ (متوفی ۵۳۵ھ): ۴۲
محمد بن اسماعیل الصنعانی (متوفی ۸۴۰ھ): ۴۷
محمد بن الحسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ): ۳۲
محمد بن علی الصوری (متوفی ۴۴۱ھ): ۴۰
محمد بن یوسف الفریابی (متوفی ۲۱۲ھ): ۱۵
مسلم (متوفی ۲۶۱ھ): ۲
نسائی (متوفی ۳۰۳ھ): ۸
نصر بن ابراہیم المقدسی (متوفی ۴۹۰ھ): ۴۵
یحییٰ بن سعید القطان (متوفی ۱۹۸ھ): ۵

محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

اکیسواں (۲۱) قصہ: اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا

(مروی ہے) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا:

((لا تنسنا یا أخي من دعائك)) اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا

تخریج: یہ روایت ابوداود (ج ۲ ص ۸۰ ح ۱۴۹۸) ترمذی (ج ۵ ص ۵۵۹ ح ۳۵۶۲ وقال: ''حسن صحیح'') ابن ماجہ (ج ۲ ص ۹۶۶ ح ۲۸۹۴) احمد (ج ۱ ص ۲۹ ح ۱۹۵) ابن السنی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۸۶ ح ۳۸۵) ابن حبان (المجروحین ج ۲ ص ۱۲۸) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۶) اور بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۵۱) نے

''عاصم بن عبید اللہ عن سالم بن عبداللہ عن أبیہ رضي اللہ عنہ''

کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں عاصم بن عبید اللہ بن عاصم المدنی (العدوی) ہے، وہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۸۵ رقم: ۳۰۶۵) میں ہے۔

اسے احمد بن حنبل، ابن معین، ابن سعد، مالک (؟) جوزجانی، بخاری، نسائی، ابن خزیمہ، دارقطنی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا۔ ابوحاتم نے فرمایا: منکر الحدیث اور مضطرب الحدیث ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۴۲) ذہبی کی المغنی فی الضعفاء (ج ۱ ص ۳۲۱)

اس روایت کو عاصم بن عبید اللہ سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جیسے: شعبہ قبیصہ، قاسم بن یزید اور وکیع نے سفیان ثوری سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

سمعانی نے ادب الاملاء (ص ۳۶) میں شعبہ عن عاصم کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (ج ۱۱ ص ۳۹۶) میں ''أسباط عن سفیان الثوري عن

عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر '' رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔
یہ روایت دو وجہ سے صحیح نہیں ہے:
(۱) اسباط بن محمد اگرچہ ثقہ ہیں لیکن سفیان ثوری سے ان کی روایات ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا'' ثقة ضعف فی الثوري '' ثقہ ہے ثوری کی روایت میں اسے ضعیف قرار دیا گیا۔ (التقریب: ۳۲۰) اور ابن معین نے فرمایا: لیکن ثوری سے احادیث بیان کرنے میں یہ غلطیاں کرتا تھا۔ [تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳۰۸۵]
(معلوم ہوا کہ یہ جرح خاص ہے۔ مترجم)
(۲) اسباط کی یہ روایت ثقات کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔ اس روایت کو احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح (ج ۱ ص ۲۴۰) اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع (ص ۹۰۶) میں ضعیف قرار دیا ہے۔
[(۳) اسباط بن محمد کی یہ روایت اگر سفیان ثوری سے ثابت ہوتی تو بھی ان کی تدلیس/عن کی وجہ سے ضعیف ومردود تھی۔]
عرضِ مترجم: ثانی الخلفاء الراشدین، فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل بکثرت صحیح احادیث سے ثابت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر پر اکثر آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ رہتا لہٰذا آپ کے فضائل وشان وعظمت کے لئے صحیح احادیث بہت کافی ہیں۔ ضعیف روایات سے آپ کی شان بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بائیسواں قصہ ۲۲: سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک قصہ

قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں:
سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے صحبت کی، تو اُن کی زوجہ نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسا کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: لیجئے میں تو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔ تو آپ کی زوجہ نے فرمایا: آپ قرآن مجید نہ ہی پڑھیں جبکہ آپ جنبی ہیں۔ تو انھوں نے کہا میں آپ کے لئے پڑھتا ہوں اور کہا:

شهدتُ بأن وعدالله حق	وأن النار مثوى الكافرينا
وأن العرش فوق الماء طافٍ	وفوق العرش رب العالمينا
وتحمله ملائكة كرام	ملائكة الإله مسومينا
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے	اور جہنم کفار کا ٹھکانا ہے
اور عرش پانی کے اوپر تیرنے والا ہے	اور عرش پر رب العالمین ہے
اور عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں	اللہ کے نشان زدہ فرشتے ہیں

تو ان کی زوجہ نے کہا: میں ایمان لائی اور اپنے دیکھنے کو جھٹلایا۔

یہ منکر روایت ہے۔

تخریج: یہ روایت (عثمان بن سعید) الدارمی نے الرد علی الجہمیۃ (ص ۴۸ ح ۸۲) میں ''یحییٰ بن أیوب حدثني عمارة بن غزیة عن قدامة بن إبراهیم بن محمد حاطب'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب ہے جو کہ حافظ ابن حجر کی اصطلاح میں مقبول یعنی مجہول الحال راوی ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۴۵۴ ت ۵۵۲۵) میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کی متابعت ہو تو مقبول ہے وگرنہ یہ لین الحدیث ہے اور یہ چھوٹا تابعی ہے جیسا کہ ''الاصابۃ'' (ج ۴ ص ۲۷۸) میں لکھا ہوا ہے۔ پس عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت منقطع ہے۔

سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غزوۂ مؤتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

حافظ ذہبی نے ''العلو'' (ص ۴۲) میں اس روایت کو منقطع ہونے کی وجہ سے معلول (ضعیف) ٹھہرایا ہے۔

(دوسری سند) سبکی نے طبقات الشافعیۃ (ج ۱ ص ۱۳۹ دوسرا نسخہ ۱/ ۲۶۴، ۲۶۵) ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۸۹/۳۰) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۱ ص ۲۳۸) میں ''عبدالعزیز بن أبی سلمة عمن حدثه عن عبدالله بن رواحة رضي الله عنه''

کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

یہ سند اعضال (انقطاع) اور جہالت (کہ عبدالعزیز سے کس نے یہ قصہ بیان کیا؟) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دارقطنی نے اپنی سنن (ج۱ص۱۲۰ح۴۲۶) میں '' أبو نعیم :ثنا زمعة بن صالح عن سلمة بن وهرام عن عکرمة '' کی سند سے یہی قصہ مرسلاً بیان کیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: زمعہ بن صالح الجندی ہے جو کہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص۲۱۷ ت۲۰۳۵) میں ہے۔

دوسری علت: ارسال ہے یعنی روایت مرسل (منقطع) ہے۔

اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور یہ ضعف ایسا ہے کہ بعض بعض کو تقویت نہیں پہنچاتا۔

علامہ نووی نے المجموع (ج۲ص۱۵۹) میں فرمایا: اس قصہ کی سند ضعیف و منقطع ہے۔

عرض مترجم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا نصوصِ قرآن مجید واحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، سلف صالحین سے بھی یہ عقیدہ ثابت ہے۔

اور یہ کہ لونڈی سے صحبت حلال ہے جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے لہٰذا اس کی تاویل کی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ یہ کوئی معیوب عمل نہ تھا۔

تئیسواں قصہ (۲۳):

جنگِ بدر میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح کا اپنے والد کو قتل کر دینے کا قصہ

عبداللہ بن شوذب سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے والد جراح نے اپنے بیٹے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہتھیار تیار کئے۔ ابوعبیدہ ان سے کنارہ کشی کرتے رہے جب جراح کے حملوں میں اضافہ ہوا تو ابوعبیدہ ان کی طرف لپکے اور انھیں قتل کر ڈالا۔ جب انھوں نے اپنے والد کو قتل کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ أَوْ اَبْنَآءَهُمْ.... ﴾ الآية

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی قوم کو آپ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہیں پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے....(المجادلۃ:۲۲)

(یہ قصہ باطل ہے)

تخریج: یہ روایت حاکم نے مستدرک (ج۳ص ۲۶۵ ح ۵۱۵۲) اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج۹ص۲۱) میں ''الربيع بن سليمان: ثنا أسد بن موسى ثنا ضمرة بن ربيعة عن عبدالله بن شوذب'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے اس سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں اس لئے کہ عبداللہ بن شوذب ساتویں طبقہ سے ہیں (وہ غزوۂ بدر کے موقع پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) اور انھوں نے اسے مرسلاً (منقطع) بیان کیا ہے۔

بیہقی نے انقطاع کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ اسی سند سے یہ روایت ابن حجر نے التلخیص الحبیر (ج۴ص۱۰۲ح۱۸۵۹) میں ذکر کر کے کہا: واقدی (کذاب) اس قصہ کا انکار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد اسلام سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

عرض مترجم: بلاشبہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے اور اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے تھے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں۔

چوبیسواں قصہ (۲۴): سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا قصہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لائیں، آپ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے رخِ انور پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت حدِ بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کے جسم میں

سے اس کے علاوہ کچھ نظر آئے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا: یعنی ہتھیلیوں اور چہرے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آنا چاہئے۔ (یہ منکر روایت ہے)

تخریج: یہ روایت ابو داود (ج۴ص۶۲ ح۴۱۰۴) بیہقی (السنن الکبریٰ ج۲ص۲۲۶، ج۷ص۸۶، السنن الصغیر تعلیقاً ج۳ص۱۲، الآداب ص۲۹۹ ح۸۷۷) اور ابن عدی (الکامل ج۳ص۱۲۰۹) نے ''**الولید بن مسلم عن سعید بن بشیر عن قتادة عن خالد بن دُرَیك عن عائشة رضي الله عنها**'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند بے کار (مردود) ہے، اس میں چار علتیں ہیں:

۱) **پہلی علت:** الولید بن مسلم الدمشقی ہیں اور یہ مدلس ہیں، انھوں نے یہ روایت ''عن'' سے بیان کی ہے اور تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی۔

۲) **دوسری علت:** سعید بن بشیر الازدی ہے اور یہ ضعیف ہے۔

۳) **تیسری علت:** قتادہ بن دعامہ ہیں، یہ مدلس ہیں۔ قتادہ نے یہ روایت ''عن'' سے بیان کی ہے اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

۴) **چوتھی علت:** انقطاع ہے خالد بن دریک اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان۔

حوالے: دیکھئے تقریب التہذیب (ص۲۳۴، ۵۸۴) ابوداود نے کہا: یہ مرسل روایت ہے، خالد بن دریک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ بیہقی (السنن الکبریٰ ج۷ص۸۶) اور طبرانی (المعجم الکبیر ج۲۴ص۱۴۳) نے ''**ابن لهيعة عن عياض بن عبدالله الفهري عن إبراهيم بن عبيد بن رفاعة الأنصاري عن أبيه عن أسماء بنت عميس رضي الله عنها**'' کی سند سے (بھی) یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس روایت کی سند بھی سابقہ روایت کی طرح ضعیف ہے۔ اس میں تین علتیں ہیں:

۱) **پہلی علت:** عبداللہ بن لہیعۃ الحضرمی ہے۔ محدثین نے اسے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

۲) **دوسری علت:** عیاض بن عبداللہ الفہری کا ضعف ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کے

متعلق فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، ابوحاتم نے فرمایا: قوی نہیں ہے، الساجی نے فرمایا: ابن وہب نے اس سے روایات بیان کی ہیں اس میں ''نظر'' ہے، احمد بن صالح نے فرمایا: مدینہ میں اس کی شان ثابت ہے اس کی احادیث میں کچھ (گڑبڑ) ہے۔

۳) **تیسری علت:** عبید بن رفاعۃ الانصاری ہے۔ بخاری اسے التاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۴۴۷) میں اور ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۴۰۶) میں لائے ہیں لیکن نہ تو اس پر جرح کی نہ ہی اس کی تعدیل پس یہ (فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔

ابن حبان و عجلی نے اس کی توثیق کی اور یہ مخفی نہیں کہ ان دونوں کی توثیق میں نرمی وتساہل ہے جس پر (فوزی کے نزدیک) اعتماد نہیں کیا جاتا۔

دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۳۲۷، ج ۸ ص ۱۸۰)، میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۱۸۹) اور بیہقی نے فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے۔ ابوداود نے مراسیل (ص ۳۱۰) میں ''**محمد بن بشار: حدثنا ابن داود: حدثنا هشام عن قتادة**'' کی سند سے اسے مرسلاً بیان کیا۔ فوزی کہتے ہیں: اور یہ معلوم و معروف بات ہے کہ قتادہ کی مرسل روایات ضعیف ترین مراسیل ہیں۔

[**تنبیہ:** امام عجلی رحمہ اللہ کو فوزی وغیرہ کا متساہل کہنا بے دلیل، غلط اور مردود ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ عبید بن رفاعہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں لیکن یہ سند عبید سے ثابت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح جرح و تعدیل پر اکتفا کر کے فضول باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔]

عرضِ مترجم: استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ میں اس روایت کو ولید بن مسلم اور قتادہ کی تدلیس، سعید بن بشیر کے ضعیف ہونے اور انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ص ۱۰۴ و نیل المقصود: ۴۱۰۴)

جو حضرات خواتین کے لئے چہرے کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے وہ اس روایت کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں لیکن درج بالا شدید جرح سے واضح ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ اس

موضوع پر اہلِ علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔غور کیا جائے تو چہرہ انسان کے لئے بڑے فتنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پردے کا خاص اہتمام کریں۔

پچیسواں قصہ (۲۵): سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا:

اے حارث! تم نے کس طرح صبح کی؟ حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو؟ یقیناً ہر سچ کی ایک حقیقت ہوتی ہے!

حارث نے عرض کی: کیا میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی اور اپنے دن کے اوقات میں پیاسا نہ رہا (دن میں روزے سے رہا) اور اپنی رات میں (قیام اللیل کے لئے) جاگتا رہا گویا کہ میں اپنے رب کا عرش نمایاں طور پر دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اہلِ جنت کو دیکھ رہا ہوں وہ اس میں ایک دوسرے سے ملاقات کررہے ہیں گویا کہ میں اہل جہنم کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اس میں چیخ و پکار کررہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! تو نے پہچان لیا پس اسے لازم پکڑ لے۔آپ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا:

یہ روایت ضعیف ہے۔

تخریج: یہ روایت عبد بن حمید (المنتخب ج ۱ ص ۴۰۶ ح ۴۴۴) السلمی (الاربعین ص ۵، ۶) طبرانی (المعجم الکبیر ج ۳ ص ۲۶۶ ح ۳۳۶۷) اور بیہقی (شعب الایمان ج ۷ ص ۳۶۳ ح ۱۰۵۹۱) نے ''ابن لهيعة: ثنا خالد بن يزيد السكسكي عن سعيد بن أبي هلال المدني عن محمد بن أبي الجهم عن الحارث بن مالك الأنصاري رضي الله عنه'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں ابن لہیعہ عبداللہ الحضرمی ہیں جسے محدثین نے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج۵ص ۳۲۷) میزان الاعتدال (ج۳ص۱۸۹) حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۱ص ۵۷) میں اس روایت کو ذکر کیا اور کہا: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں بیان کیا اور اس کی سند مین ابن لہیعہ ہے اور ایسے بھی راوی ہیں جن کا حال جاننے کی ضرورت ہے یعنی اس سند میں مجہول الحال راوی ہیں۔

دوسری سند: طبری نے المنتخب (۵۸۸) میں'' **سهل بن موسى الرازي قال: حدثنا الحجاج بن مهاجر عن أيوب بن خوط عن ليث عن زيد بن رفيع عن الحارث بن مالك رضي الله عنه** '' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

اس کی یہ سند تاریک ہے اس میں تین علتیں ہیں:

۱) **پہلی علت:** ایوب بن خوط البصری ہے اس کے متعلق نسائی، دارقطنی، ابن المبارک اور ابن حجر نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے۔ ازدی نے کہا: یہ کذاب راوی ہے۔

۲) **دوسری علت:** لیث بن ابی سلیم ہے اور یہ (بُرے حافظے کی وجہ سے) متروک راوی ہے۔

۳) **تیسری علت:** زید بن رفیع ہے، اسے دارقطنی نے ضعیف قرار دیا اور نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج۱ص ۲۸۶، ج۲ص۲۹۳) تقریب التہذیب (ص۱۱۸،۴۶۴) اور لسان المیزان (ج۲ص ۵۰۷)

تیسری سند: بیہقی نے الزهد الکبیر (ص۳۵۵ ح۹۷۳) میں'' **أبو فروة يزيد بن محمد بن يزيد بن سنان: ثنازيد بن أبي أنيسة عن عبدالأكرم عن الحارث ابن مالك رضي الله عنه** '' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس کی سند انتہائی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

۱) **پہلی علت:** ابو فروہ یزید بن محمد بن یزید بن سنان ہے، ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (ج۹ص ۲۸۸) میں اس کا نام لائے ہیں اور اس پر نہ جرح ذکر کی نہ تعدیل تو یہ

(فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔

[اس مشہور آدمی کو ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۷۶/۹) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵۵۵/۱۲) میں ذکر کیا ہے۔حافظ ابن کثیر نے بغیر کسی دلیل کے اسے احد الضعفاء کہا۔(البدایة والنہایہ ۴۷/۱۱) یہ ۲۶۹ھ میں فوت ہوا تھا۔ واللہ اعلم]

۲) دوسری علت: عبدالاکرم مجہول ہے۔

چوتھی سند: بزار نے اپنی مسند (ج ۲ص ۲۶) بیہقی نے شعب الایمان (ج ۷ص ۳۶۲ ح ۱۰۵۹۰) اور حکیم ترمذی نے (الصلاۃ ص ۷۳، ۹۸، نوادر الاصول ص ۷۲، ۳۷۱) میں ''يوسف بن عطية البصري عن ثابت عن أنس'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔اس کی سند بے کار ہے اس میں یوسف بن عطیہ البصری ہے جس کے متعلق ابوحاتم، ابوزرعہ اور دارقطنی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔نسائی نے فرمایا: یہ متروک ہے اور ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ابن حبان نے فرمایا: یہ احادیث میں الٹ پلٹ کر دیتا اور اسانید صحیحہ کے ساتھ موضوع احادیث لگا دیتا تھا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، ابن حجر نے فرمایا: یہ متروک ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۶ص ۱۴۲) تقریب التہذیب (ص ۶۱۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳س ۲۲۱) بیہقی نے فرمایا: یہ منکر روایت ہے،اس میں یوسف کو خبط ہوا ہے، ایک بار کہا: حارث نے بیان کیا اور ایک بار کہا کہ حارثہ نے۔ دیکھئے الاصابہ (ج ۱ص ۲۸۹) حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ۴ص ۲۲۰) میں فرمایا: بزار نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ، یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں یوسف کے ذکر میں اس کی بعض منکر روایات ذکر کی ہیں جن میں یہ روایت بھی بیان کی۔علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۱ص ۵۷) میں فرمایا: اسے بزار نے روایت کیا اور اس کی سند میں یوسف بن عطیہ ہے،اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج۱۱ص۴۳) اور ''الایمان'' (ص۳۸) میں ''ابن نمیر قال: حدثنا مالك بن مغول عن زبيد قال :قال رسول الله ﷺ '' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔فوزی کہتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا: یہ معضل (سخت منقطع) روایت ہے۔اس لئے کہ زبید چھٹے طبقے سے ہیں اور اس طبقہ کے کسی فرد نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں صراحت کی ہے۔۔۔ یہ روایت عبد بن حمید، طبرانی اور ابونعیم وغیرہم نے ضعیف سند سے بیان کی۔

اور اس روایت کو حکیم ترمذی نے الصلاۃ (ص۲۳۷) اور نوادر الاصول (ص ۳۷۱) میں ''عبدالعزیز بن أبي داود'' کی سند سے بیان کیا ہے۔اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے۔

ذہبی نے المیزان (ج۳ص۲۹) میں ''جرير بن عتبة بن عبدالرحمٰن: حدثني أبي قال: حدثنا أنس بن مالك '' کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

یہ سند کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

۱: پہلی علت: جریر بن عتبہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ابو حاتم نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔

۲: دوسری علت: جریر کے والد عتبہ ہیں جو کہ متکلم فیہ راوی ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج۱ص ۳۹۶، ج۳ص ۲۸) اور عتبہ بن عبدالرحمٰن الحرستانی کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ان سے ان کے بیٹے جریر نے دو باطل روایات بیان کی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ آفت اس کی طرف سے ہے یا اس کے بیٹے کی طرف سے۔

ان دو روایات میں سے ایک یہی ہے۔

ایک اور سند: اور اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال (ج۱ص۹۰) میں ''أحمد بن الحسن بن أبان عن أبي عاصم عن شعبة وسفيان عن سلمة بن كهيل عن أبي سلمة عن أبي هريرة'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

یہ سند گھڑی ہوئی ہے، اس سند میں احمد بن الحسن بن ابان راوی کذاب ہے، یہ دجال ہے حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

ایک اور سند: ابن المبارک نے ''الزہد'' (ص ۱۰۵) اور عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ۲۷۱) میں ''**معمر عن صالح بن مسمار أن رسول الله** ﷺ '' کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ اس کی سند معضل (منقطع) ہے۔ اس کی سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں۔ اس لئے کہ صالح بن مسمار ساتویں طبقہ سے ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۷۴) میں ہے اور یہ روایت انھوں نے مرسل بیان کی ہے۔ ابن حجر نے الاصابۃ (ج۱ ص۲۸۹) میں فرمایا: یہ روایت معضل ہے۔ ابن صاعد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ صالح بن مسمار نے ایک حدیث کے علاوہ کوئی حدیث مسند بیان کی ہو اور یہ حدیث موصولاً ثابت نہیں۔

عبدالرزاق نے المصنف (ج۱۱ ص۱۲۹) اور بیہقی نے شعب الایمان (ج۷ ص۳۶۳) میں ''**معمر عن صالح بن مسمار و جعفر بن برقان أن النبي** ﷺ '' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ سند بھی سابقہ سند کی طرح ہے اور بیہقی نے اسے ''انقطاع'' کی وجہ سے معلل (ضعیف) قرار دیا ہے۔

ایک اور سند: عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ص ۲۷۱) میں ''**عمرو بن قیس الملائي عن زید السلمي قال: قال النبي** ﷺ '' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی سند اعضال (انقطاع) اور زید السلمی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک اور سند: ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج۱۱ ص۴۲) اور الایمان (ص ۳۷) میں ''**أبو معشر عن محمد بن صالح الأنصاري** '' کی سند سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک سے ملاقات کی تو فرمایا: اے عوف بن مالک! آپ نے کیسے صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی....الحدیث

فوزی فرماتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا: یہ ضعیف مرسل روایت ہے اس لئے کہ محمد بن صالح الانصاری التمار المدنی تبع تابعین میں سے ہیں آپ صدوق تھے لیکن غلطیاں کرتے تھے جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے اور ابومعشر کا نام نجیح بن عبدالرحمٰن ہے اور یہ ضعیف ہے۔

ایک اور سند: القضاعی نے مسند الشہاب (ج ۲ ص ۱۲۷) میں ''إسحاق بن عبدالله ابن کیسان عن أبیه عن ثابت عن أنس رضی اللہ عنہ'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، فرمایا: اے معاذ! تو نے کس طرح صبح کی؟ معاذ نے عرض کی: اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا تھا......الحدیث

اس کی سند انتہائی کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

۱) پہلی علت: اسحاق بن عبداللہ بن کیسان ہے۔ ابواحمد الحاکم نے اسے ضعیف قرار دیا اور امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔

۲) دوسری علت: اسحاق کا والد عبداللہ بن کیسان المروزی ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا: ضعیف ہے اور نسائی نے کہا: قوی نہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۱/۱۹۴، ۱۸۹/۳) اور لسان المیزان (۱/۳۶۵)

[خلاصۃ التحقیق: معلوم ہوا کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ومردود ہے۔]

کھانا کھانے کے بعد دعا — حافظ شیر محمد

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانا کھانے کے بعد (یہ دعا) پڑھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ))

تو اُس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

[سنن الترمذی: ۳۴۵۸ وقال: ''ھٰذا حدیث حسن غریب'']

حافظ زبیر علی زئی

آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہلِ حدیث علماء

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد جو نماز بطورِ قیام رمضان پڑھی جاتی ہے، اسے عُرفِ عام میں تراویح کہتے ہیں۔ راقم الحروف نے ''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' میں ثابت کر دیا ہے کہ گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر (کی اذان) تک (عام طور پر) گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱/۲۵۴ ح ۷۳۶)

نبی کریم ﷺ نے رمضان میں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جماعت سے) آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰) وصحیح ابن حبان (الاحسان ۴/۶۲ ح ۲۴۰۱، ۴/۶۴ ح ۲۴۰۶) اس روایت کی سند حسن ہے۔

سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے (نماز پڑھانے والوں) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں نمازِ عشاء کے بعد) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۱/۱۱۴ ح ۲۴۹) والسنن الکبریٰ للنسائی (۳/۱۱۳ ح ۴۶۸۷)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور محمد بن علی النیموی (تقلیدی) نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ح ۷۷۵، دوسرا نسخہ: ۷۷۶)

صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے۔

اب اس مضمون میں حنفی و تقلیدی علماء کے حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی آٹھ رکعات تراویح سنت ہے۔

① ابن ہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں: ''**فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة ركعة بالوتر في جماعة**''

اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ [فتح القدیر شرح الہدایہ ج ا ص ۴۰۷ باب النوافل]

② سید احمد طحطاوی حنفی (متوفی ۱۲۳۳ھ) نے کہا:

" لأنّ النبي علیه الصلوٰة والسلام لم یصلها عشرین، بل ثماني "

کیونکہ بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھیں۔

[حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۲۹۵]

③ ابن نجیم مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ابن ہمام حنفی سے بطورِ اقرار نقل کیا کہ

" فإذن یکون المسنون علیٰ أصول مشایخنا ثمانیة منها والمستحب اثنا عشر "

پس اس طرح ہمارے مشائخ کے اصول پر ان میں سے آٹھ (رکعتیں) مسنون اور بارہ (رکعتیں) مستحب ہو جاتی ہیں۔ [البحر الرائق ج ۲ ص ۶۷]

تنبیہ: ابن ہمام وغیرہ کا آٹھ کے بعد بارہ (۱۲) رکعتوں کو مستحب کہنا حنفیوں و تقلیدیوں کے اس قول کے سراسر خلاف ہے کہ ''بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے۔''

④ ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے کہا:

" فتحصل من هٰذا کله أن قیام رمضان سنة إحدیٰ عشرة بالوتر في جماعة فعله علیه الصلوٰة والسلام " اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے، یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔ [مرقاۃ المفاتیح ۳۸۲/۳ ح ۱۳۰۳]

⑤ دیوبندیوں کے منظورِ نظر محمد احسن نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ) فرماتے ہیں:

" لأن النبي ﷺ لم یصلها عشرین بل ثمانیاً "

کیونکہ بے شک نبی ﷺ نے بیس (۲۰) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ (۸) پڑھیں۔

[حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ:۴]

نیز دیکھئے شرح کنز الدقائق لابی السعود الحنفی ص ۲۶۵

⑥ دیوبندیوں کے منظورِ خاطر عبدالشکور لکھنوی (متوفی ۱۳۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ

''اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی ۔مگر.....'' [علم الفقہ ص ۱۹۸، حاشیہ]

⑦ دیوبندیوں کے دل پسند عبدالحئ لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''آپ نے تراویح دو طرح ادا کی ہے (۱) بیس رکعتیں بے جماعت ....لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے...(۲) آٹھ رکعتیں اور تین رکعت وتر با جماعت...''

[مجموعہ فتاویٰ عبدالحئ ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۲]

⑧ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (متوفی ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں:

''البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں'' [براہین قاطعہ ص ۸] خلیل احمد سہارنپوری مزید لکھتے ہیں کہ

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے'' [براہین قاطعہ ص ۱۹۵]

⑨ انور شاہ کشمیری دیوبندی (متوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''ولا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى التراويح والتهجد عليحدة في رمضان...وأما النبي صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنه ثمان ركعات وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلىٰ ضعفه اتفاق...''

اور اس کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور روایتوں میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں ہے

کہ آپ علیہ السلام نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ پڑھے ہوں...

رہے نبی ﷺ تو آپ سے آٹھ رکعتیں صحیح ثابت ہیں اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔[العرف الشذی ص۱۶۶ ج۱]

⑩ نمازِ تراویح کے بارے میں حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''(وصلٰوتھا بالجماعة سنة كفاية) لما يثبت أنه ﷺ صلّى بالجماعة إحدىٰ عشرة ركعة بالوتر...'' (اور اس کی باجماعت نماز سنت کفایہ ہے) کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جماعت کے ساتھ گیارہ رکعتیں مع وتر پڑھی ہیں۔ [مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۹۸]

محمد یوسف بنوری دیوبندی (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے کہا:

''فلا بد من تسليم أنه ﷺ صلّى التراويح أيضاً ثماني ركعات''

پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہے۔

[معارف السنن ج۵ ص۵۴۳]

تنبیہ (۱): یہ تمام حوالے ان لوگوں پر بطورِ الزام واتمام حجت پیش کیے گئے ہیں جو اِن علماء کو اپنا اکابر مانتے ہیں اور اُن کے اقوال کو عملاً حجت تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان بعض علماء نے بغیر کسی صحیح دلیل کے یہ غلط دعویٰ کر رکھا ہے کہ ''مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت قائم کر دی'' اس قسم کے بے دلیل دعووں کے رد کے لیے یہی کافی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ [دیکھئے موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح۲۴۹ وسندہ صحیح]

تنبیہ (۲): امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن الشیبانی اور امام طحاوی کسی سے بھی بیس رکعات تراویح کا سنت ہونا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ وما علینا اِلا البلاغ

(۱۷/ رجب ۱۴۲۷ھ)

ابن بشیر الحسینوی

صف بندی کے مسائل

انتہائی اختصار کے ساتھ صف بندی کے مسائل پیشِ خدمت ہیں:

(۱) صفوں میں مل کر کھڑا ہونا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص صف ملائے گا اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔" [ابوداود: ٦٦٦ وسندہ حسن، اسے امام ابن خزیمہ (۱۵۴۹) حاکم (۲۱۳/۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

(۲) صفوں کو برابر کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سووا صفوفکم" تم اپنی صفوں کو برابر کرو۔
[صحیح بخاری: ۷۲۳، صحیح مسلم: ۴۳۳]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (اس طرح) برابر کرتے گویا تیروں کو برابر کرتے ہوں۔ [صحیح مسلم: ۴۳۶]

(۳) صفوں کو سیدھا کرنا چاہیے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا: "لوگو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو، لوگو اپنی صفیں درست کرو، لوگو اپنی صفیں برابر کرو۔ سنو اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا" پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا چپکا دیتا تھا۔ [صحیح بخاری: ۷۱۸]

(٤) صف کو ملاتے وقت ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو (ابوداود: ٦٦٢ وھو حدیث صحیح) سینے سے سینہ اور کندھے سے کندھا (ساتھ والے مقتدی کے) برابر ہونا چاہیے۔ [ابوداود: ٦٦٤ وسندہ صحیح، اسے ابن خزیمہ (۱۵۵۱) اور ابن حبان (۳۸٦) نے صحیح کہا ہے]

گردنیں بھی ایک دوسرے کے برابر ہونی چاہئیں۔

[ابوداود: ٦٦٧ وسندہ صحیح، اسے ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے]

اور دوسرے (ساتھی) کے قدم سے قدم ملانا چاہیے۔[صحیح بخاری: ٧٢٥]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صفوں کو قائم کرو مونڈھوں کو برابر کرو اور خالی جگہوں (جو صفوں کے درمیان رہ جائیں) کو بند کرو، اپنے بھائیوں (نمازیوں) کے لئے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے صفوں میں جگہ نہ چھوڑو، جو شخص صف ملائے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔ اور جو شخص صف کو کاٹے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹے گا۔''

[ابوداود: ٦٦٦ وسندہ حسن، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٩) حاکم (١/٢١٣) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

(۵) صف میں مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا ہونا چاہیے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رصوا صفوفکم'' سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اپنی صفوں کو ملاؤ۔

[ابوداود: ٦٦٧ وسندہ صحیح، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے]

تنبیہ (١): اگر صفوں میں خلا ہو تو وہاں شیطان سیاہ بکری کے بچے کی شکل اختیار کر کے داخل ہو جاتا ہے۔[ابوداود: ٦٦٧ وسندہ صحیح، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے]

تنبیہ (٢): بعض لوگ صفوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان کم از کم چار انچ یا اس سے زیادہ جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس طریقے سے نہ تو نمازیوں کے کندھے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور نہ قدم بلکہ ایک بکھری ہوئی، ٹوٹی پھوٹی صف کا نظارہ ہوتا ہے گویا زبانِ حال سے یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے سے دُور کھڑے ہیں اسی طرح اُن کے دل بھی ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں۔ صفوں کے درمیان ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہونے کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں قطعاً نہیں ہے۔

(٦) صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا زیادہ پسندیدہ عمل ہے:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔'' [صحیح مسلم:٧٠٩]

صحیح ابن خزیمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''لأنه كان يبدأ بالسلام عن يمينه'' (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف کھڑا ہونا اس لیے زیادہ پسند کرتے تھے) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پہلے دائیں طرف کہتے تھے۔ (ح ١٥٦٤)

(٧) صفوں کی ترتیب:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جو پہلی کے نزدیک ہے۔'' [ابوداود:٦٧١ وھو حدیث صحیح، اسے ابن خزیمہ (١٥٤٦) اور ابن حبان (٣٩٠) نے صحیح کہا ہے]

(٨) پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے رہنے پر وعید:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمیشہ لوگ (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو (اپنی رحمت میں) پیچھے ڈال دے گا۔'' [صحیح مسلم:٤٣٨]

(٩) پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔''

[ابن ماجہ:٩٩٧ وسندہ صحیح]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لئے تین دفعہ مغفرت کی دعا کرتے تھے اور دوسری صف کے لیے ایک دفعہ۔''

(سنن النسائی:٨١٨ و احمد ٤/١٢٨، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٥٨) ابن حبان (الاحسان ٣/٣٩٦) اور حاکم (١/٢١٧) نے صحیح کہا ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کے ثواب کا پتا چل جائے پھر ان کے لیے قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں۔'' [صحیح بخاری: ۶۱۵ صحیح مسلم: ۴۳۷]

(۱۰) عورتوں اور مردوں کی سب سے بہترین صف

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مردوں کی پہلی صف سب سے افضل ہے اور آخری صف بدتر ہے اور عورتوں کی آخری صف سب سے افضل ہے اور پہلی بدتر ہے۔'' [صحیح مسلم: ۴۴۰]

(۱۱) پہلی صف میں نقص نہیں ہونا چاہیے آخری صف میں نقص رہ جائے مکمل نہ ہو تو خیر ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پہلی صف کو مکمل کرو اگر آخری صف میں نقص رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

[صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، وسنن ابی داود: ۶۷۱ وھو حدیث صحیح]

(۱۲) صف بندی کے مراتب

① پہلی صف میں امام کے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہونے چاہئیں۔

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے قریب (صف میں) وہ لوگ رہیں جو بالغ اور عقل مند ہیں پھر جو اُن کے قریب ہیں پھر جو اُن کے قریب ہیں۔'' [صحیح مسلم: ۴۳۲]

② کم عمر لڑکے پچھلی صف میں کھڑے ہوں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، پہلے مردوں نے صف باندھی پھر لڑکوں نے اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ میری امت کی نماز ہے۔''

(ابوداود:۶۷۷ وسندہ حسن، وحسنہ ابن الملقن فی تحفۃ المحتاج:۵۴۸)

③ عورت اگر باجماعت نماز پڑھے تو سب سے آخری صف میں کھڑی ہوگی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''میں نے اور ایک بچے نے اکٹھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور ایک بڑھیا اکیلی ہی صف میں ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئی۔'' [صحیح بخاری:۷۲۷، ۳۸۰ وصحیح مسلم:۶۵۸]

فائدہ(۱): اگر ایک بچہ ہے تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہوسکتا ہے۔

فائدہ(۲): اگر عورت صف میں اکیلی ہی کھڑی ہو تو اس کی نماز درست ہے۔

(۱۳) صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ (ﷺ) نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

[ابوداود:۶۸۲ وسندہ صحیح، اس حدیث کو امام ترمذی (۲۳۰) نے ''حسن'' اور ابن حبان (۵/۵۷۵-۵۷۶) نے صحیح کہا ہے]

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا صلوٰۃ للذي خلف الصف)) جو آدمی صف کے پیچھے (اکیلے) نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ [سنن ابن ماجہ:۱۰۰۳، وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ:۱۵۶۹، وابن حبان، الموارد:۴۰۱، ۴۰۲]

تنبیہ: اگلی صف سے کھینچنے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ [لیکن ایک امام اور ایک مقتدی پر قیاس کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ لینا جائز ہے۔ واللہ اعلم]

(۱۴) جب صرف دو نمازی ہوں، ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہو تو مقتدی کو امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔ امام بائیں طرف ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ (سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) کے ہاں رات بسر کی۔ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ بائیں جانب کھڑا ہوگیا آپ (ﷺ) نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔'' [صحیح بخاری:۶۹۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ [صحیح مسلم: ۳۰۱۰]

امام الائمہ امام ابن خزیمہ نے کہا: "**والمأموم من الرجال إن كان واحداً فسنته أن يقوم عن يمين إمامه**" اگر مقتدی مرد اکیلا ہو تو سنت یہ ہے کہ وہ امام (کے ساتھ اُس) کی دائیں طرف (نماز پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو۔ [صحیح ابن خزیمہ ۳/۳۱ ح ۱۵۷۰]

فائدہ: ان دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ایک آدمی نماز ادا کر رہا ہو تو بعد میں آنے والا اگر اس کے ساتھ نماز میں مل جائے تو جماعت ہو سکتی ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا کہ "**إذا لم ينو الإمام أن يؤم ثم جاء قوم فأمهم**" جب امام نے امامت کرانے کی نیت نہ کی ہو پھر کوئی قوم آجائے تو وہ ان کی امامت کرا دے۔ (ح ۶۹۹)

(۱۵) جب دو مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے، پھر میں (جابر رضی اللہ عنہ) آیا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے وضو کیا، پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ اور جبار بن صخر رضی اللہ عنہما دونوں کو پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا حتیٰ کہ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔" [دیکھئے صحیح مسلم: ۳۰۱۰]

اس حدیث پر امام ابن خزیمہ (۱۵۳۵) نے یہ باب باندھا ہے:

"**باب قيام الإثنين خلف الإمام**" دو آدمیوں کا امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ (۱): مذکورہ حدیث میں امام کا مقتدی کو پیچھے کرنے کا ذکر ہے۔

فائدہ (۲): اگر امام اور ایک مقتدی دونوں اکٹھے نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی تیسرا بھی جماعت میں شامل ہو گیا تو امام خود اگلی صف میں بھی جا سکتا ہے۔

[دیکھئے صحیح ابن خزیمہ:۱۵۳۶ وسندہ صحیح، سعید بن ابی ہلال حدّث بہ قبل اختلاطہ]

فائدہ (۳): اگر امام کے علاوہ ایک مرد ہو اور ایک عورت تو مرد امام کی دائیں طرف کھڑا ہو اور عورت پیچھے کھڑی ہو۔ [صحیح مسلم:۲۶۹/۶۶۰ وترقیم دارالسلام:۱۵۰۲]

(۱۶) عورت اگر عورتوں کی امامت کرائے تو وہ صف میں کھڑی ہوگی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نماز پڑھائی اور آپ عورتوں کے درمیان (صف میں) کھڑی ہوئیں۔ [سنن دارقطنی ۱/۴۰۴ ح ۱۴۲۹، وسندہ حسن، ماہنامہ الحدیث:۱۵ ص ۲۲]

(۱۷) دوستونوں کے درمیان صف نہیں بنانی چاہئے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں (ستونوں کے درمیان صفیں بنانے سے) بچتے تھے۔'' [ابوداود:۶۷۳ وسندہ صحیح، ترمذی (۲۲۹) نے اس کو حسن کہا ہے) (حاکم (۱/۲۱۸) اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے]

(۱۸) صفیں ایک دوسرے کے قریب ہونی چاہئیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''......صفوں کے درمیان تم قربت کرو۔''

[ابوداود:۶۶۷ وسندہ صحیح، النسائی:۸۱۶، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۴۹) ابن حبان (الموارد ۳۸۷) نے صحیح کہا ہے]

(۱۹) امام کی ذمہ داریاں

① امام اس وقت تک نماز پڑھانا شروع نہ کرے جب تک تمام صفیں سیدھی نہ ہو جائیں۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو برابر کرتے تھے جب ہم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے۔ جب صفیں برابر ہو جاتیں تو (پھر) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تکبیر کہتے۔ [ابوداود:۶۶۵ وسندہ صحیح]

② امام کو چاہئے کہ خود بھی صفوں کو سیدھا کرے اور خوب مبالغہ کے ساتھ کرے۔

③ امام کو صفوں میں پھرنا چاہئے اور مقتدیوں کے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھے اور ان سے کہے کہ سیدھے ہو جاؤ، آگے پیچھے نہ رہو۔ [ختم شد]

ہدیۃ المسلمین

حافظ زبیر علی زئی

اذان واقامت کا مسنون طریقہ

[**۹**] **عن أنس قال :أمر بلال أن یشفع الأذان وأن یوتر الإقامة إلا الإقامة**

(سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان دہری اور اقامت اکہری کہیں ،مگر اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) کے الفاظ دوبار کہیں۔

[صحیح البخاری:۱/۸۵ ح ۶۰۵ واللفظ لہ،صحیح مسلم:۱/۱۶۴ ح ۳۷۸]

اسی حدیث کی ایک دوسری سند میں آیا ہے: **أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً**

بے شک رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا تھا۔[سنن النسائی مع حاشیۃ السندھی: ج۱ ص۱۰۳ ح ۶۲۸]

فوائد: ① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر الله أكبر ، الله أكبر الله أكبر – أشهد أن لا إلٰه إلا الله ، أشهد أن لا إلٰه إلا الله – أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن محمداً رسول الله – حي على الصلٰوة ، حي على الصلٰوة – حي على الفلاح ، حي على الفلاح – الله أكبر الله أكبر – لا إلٰه إلا الله .

اور اقامت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر ، الله أكبر – أشهد أن لا إلٰه إلا الله– أشهد أنّ محمداً رسول الله – حي على الصلٰوة – حي على الفلاح – قد قامت الصلٰوة ، قد قامت الصلٰوة– الله أكبر ، الله أكبر – لاإلٰه إلا الله .

② مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے:'' **إن بلالاً كان يثنى الأذان**

ویثنی الإقامة '' بے شک بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت دہری کہا کرتے تھے۔
لیکن یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے۔
۱ : اس کا راوی ابراہیم النخعی مدلس ہے۔[کتاب المدلسین للعراقی ص ۲۴، ۳۵ و اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۳]
اس کی یہ روایت عن کے ساتھ ہے۔ مدلس کی عن والی روایت محدثین کے علاوہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔[دیکھئے خزائن السنن : ۱/۱، فتاویٰ رضویہ : ۵/۲۴۵، ۲۶۶]
۲ : اس کا دوسرا راوی حماد بن ابی سلیمان ہے۔[دیکھئے مصنف عبدالرزاق : ۱/۴۶۲ ح ۱۷۹۰]
حماد مذکور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلط بھی ہے۔ [طبقات المدلسین بتحقیقی : ۲/۴۵]
حافظ ہیثمی نے کہا: '' ولا یقبل من حدیث حماد إلا ما رواہ عنہ القدماء شعبة وسفیان الثوري والدستوائي ، ومن عدا ہؤلاء رووا عنہ بعد الإختلاط ''
حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس کے قدیم شاگردوں : شعبہ، سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے، ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سنا ہے۔ [مجمع الزوائد ۱/۱۱۹، ۱۲۰]
لہٰذا معمر کی حماد مذکور سے روایت ضعیف ہے، عدمِ تصریحِ سماع کا مسئلہ علیحدہ ہے۔
③ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں دہری اقامت کا ذکر آیا ہے اس میں اذان بھی دہری ہے یعنی چار دفعہ '' أشهد أن لا إله إلا الله '' اور چار دفعہ '' أشهد أن محمداً رسول الله '' ہے۔ [سنن ابی داود: ۵۰۲ وھو صحیح]
اس طریقے سے عمل کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ دہری اذان کا استدلال کرتے ہوئے، اقامت اس حدیث سے لینا اور اذان حدیث بلال سے لینا سخت ناانصافی ہے۔
④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ورنہ ناممکن ہے۔ آپ دیکھ لیں جو حضرات دہری اقامت کہتے ہیں وہ دہری اذان کبھی نہیں کہتے، پتا نہیں اتباعِ سنت سے انھیں کیا بیر ہے؟
اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ شیر محمد

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْ جَبُوْا)) میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان (مجاہدین) کے لئے (جنت) واجب ہے۔[صحیح البخاری:۲۹۲۴]

یہ جہاد سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (کی خلافت) کے زمانے میں ہوا تھا۔

[دیکھئے صحیح البخاری:۶۲۸۲، ۶۲۸۳]

اور اس جہاد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔[دیکھئے صحیح بخاری:۲۷۹۹، ۲۸۰۰]

آپ فتحِ مکہ سے کچھ پہلے یا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں یہ سمجھا کہ آپ میرے لئے تشریف لائے ہیں لہٰذا میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا تو آپ نے میری کمر پر تھپکی دے کر فرمایا:

((اذهب فادع لي معاوية)) وكان يكتب الوحي۔ إلخ

جاؤ اور معاویہ کو بُلا لاؤ، وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھتے تھے۔الخ [دلائل النبوۃ للبیہقی ۲/۲۴۳ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے۔حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

''خال المؤمنين و كاتب وحي رب العالمين، أسلم يوم الفتح''

مومنوں کے ماموں اور رب العالمین کی وحی لکھنے والے، آپ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔[تاریخ دمشق ۶۲/۳۸]

جلیل القدر تابعی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ المکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھا، پھر ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

''أصاب إنه فقيه'' انھوں نے صحیح کیا ہے، وہ فقیہ ہیں۔ [صحیح بخاری:۳۷۶۵]

اس روایت کے مقابلے میں طحاوی حنفی نے '' مالك بن يحيىٰ الهمداني (وثقه ابن حبان وحده) : ثنا عبدالوهاب بن عطاء قال: أنا عمران بن حدير '' کی سند سے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔ [دیکھئے شرح معانی الآثار ۱/۲۸۹]

یہ روایت صحیح بخاری کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور طحاوی کا یہ کہنا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ''انھوں نے صحیح کیا ہے'' بطورِ تقیہ کہا تھا، غلط ہے۔

صحابی عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے فرمایا: ((**اللهم اجعله هادياً مهدياً و اهدِ به**)) اے اللہ! اسے ہادی مہدی بنا دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

[سنن الترمذی: ۳۸۴۲ وقال: '' هٰذا حديث حسن غريب '' التاریخ الکبیر للبخاری: ۵/۲۴۰، طبقات ابن سعد ۷/۴۸۷، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۲/۳۵۸ ح ۱۱۲۹، مسند احمد ۴/۲۱۶ ح ۱۷۸۹۵، وهو حديث صحيح]

یہ روایت مروان بن محمد وغیرہ نے سعید بن عبدالعزیز سے بیان کر رکھی ہے اور مروان کی سعید سے روایت صحیح مسلم میں ہے۔ [دیکھئے ۱۰۸/۱۰۴۳ وترقیم دارالسلام: ۲۴۰۳]

لہٰذا ثابت ہوا کہ سعید بن عبدالعزیز نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔ نیز دیکھئے الصحیحۃ (۱۹۶۹)

اُم علقمہ (مرجانہ) سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) مدینہ تشریف لائے تو (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور بال مانگا۔ پھر انھوں نے چادر اوڑھ لی اور بال پانی میں ڈبو کر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی ڈالا۔

[تاریخ دمشق ۶۲/۱۰۶ وسندہ حسن، مرجانہ وثقها العجلی وابن حبان]

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک وفد کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے پاس گئے تو انھوں (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے ان (مسور رضی اللہ عنہ) کی ضرورت پوری کی پھر تخلیے میں بُلا کر کہا: تمھارا حکمرانوں پر طعن کرنا کیا ہوا؟ مسور نے کہا: یہ چھوڑیں اور اچھا سلوک کریں جو ہم پہلے بھیج چکے ہیں۔ معاویہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! تمھیں اپنے بارے میں

بتانا پڑے گا اور تم مجھ پر جو تنقید کرتے ہو۔ مسور نے کہا: میں نے اُن کی تمام قابلِ عیب باتیں (غلطیاں) انھیں بتا دیں۔ معاویہ نے کہا: کوئی بھی گناہ سے بَری نہیں ہے۔ اے مسور! کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے عوام کی اصلاح کی کتنی کوشش کی ہے، ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملے گا۔ یا تم گناہ ہی گنتے رہتے ہو اور نیکیاں چھوڑ دیتے ہو؟ مسور نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو انھی گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ معاویہ نے کہا: ہم اپنے ہر گناہ کو اللہ کے سامنے تسلیم کرتے ہیں۔ اے مسور! کیا تمھارے ایسے گناہ ہیں جن کے بارے میں تمھیں یہ خوف ہے کہ اگر بخشے نہ گئے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے؟ مسور نے کہا: جی ہاں۔ معاویہ نے کہا: کس بات نے تمھیں اپنے بارے میں بخشش کا مستحق بنا دیا ہے اور میرے بارے میں تم یہ امید نہیں رکھتے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اصلاح کی کوشش کر رہا ہوں لیکن اللہ کی قسم! دو باتوں میں صرف ایک ہی بات کو اختیار کرتا ہوں۔ اللہ اور غیر اللہ کے درمیان صرف اللہ کو ہی چُنتا ہوں۔ میں اس دین پر ہوں جس میں اللہ عمل قبول فرماتا ہے، وہ نیکیوں اور گناہوں کا بدلہ دیتا ہے سوائے اس کے کہ وہ جسے معاف کر دے۔ میں ہر نیکی کے بدلے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے کئی گنا اجر عطا فرمائے گا۔ میں ان عظیم اُمور کا سامنا کر رہا ہوں جنھیں میں اور تم دونوں گن نہیں سکتے۔ میں نے اقامتِ صلوٰۃ کا نظام، جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے نازل کردہ احکامات کا نظام قائم کر رکھا ہے اور ایسے بھی کام ہیں اگر میں انھیں تمھیں بتا دوں تو تم انھیں شمار نہیں کر سکتے، اس بارے میں فکر کرو۔

مسور (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں جان گیا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) مجھ پر اس گفتگو میں غالب ہو گئے۔ عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی نہیں سنا گیا کہ مسور (رضی اللہ عنہ) نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی کبھی مذمت کی ہو۔ وہ تو اُن کے لئے دعائے مغفرت ہی کیا کرتے تھے۔

[تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸، ۲۰۹ ت ۴۸ وسندہ صحیح]

امام جعفر الصادق نے ''**قاسم بن محمد قال قال معاویة بن أبي سفیان** '' کی سند سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں آیا ہے کہ قاسم بن محمد (بن ابی بکر) نے فرمایا:

فتعجب الناس من صدق معاویة ''پس لوگوں کو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی سچائی پر بڑا تعجب ہوا۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۱۵ وسندہ حسن]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے نزدیک سچے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''**ما رأیت رجلاً کان أخلق یعني للملك من معاویة** ''میں نے معاویہ سے زیادہ حکومت کے لئے مناسب (خلفائے راشدین کے بعد) کوئی نہیں دیکھا۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۲۱ وسندہ صحیح، مصنف عبدالرزاق ۱۱/۴۵۳ ح ۲۰۹۸۵]

عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اللھم علّم معاویة الکتاب والحساب، وقه العذاب))

اے میرے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا اور اُسے عذاب سے بچا۔

[مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۲، وسندہ حسن، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۸]

(حارث بن زیاد و یونس بن سیف صدوقان لا ینزل حدیثھما عن درجۃ الحسن والجرح فیھما مردود)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہجری (۶۰ھ) میں فوت ہوئے۔

صحابۂ کرام کے درمیان اجتہادی وجوہ سے جو جنگیں ہوئیں اُن میں سکوت کرنا چاہئے۔

امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کر بُرا کہتا ہے تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔

[مناقب احمد لابن الجوزی ص ۱۶۰ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق ۶۲/۱۴۴]

امام معافی بن عمران الموصلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۵ھ) سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کو بھی برابر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) آپ کے صحابی، ام المومنین ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے بھائی، آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی (لکھنے) کے امین ہیں۔

[تاریخ بغداد ۱/۲۰۹ وسندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۷، تاریخ دمشق ۶۲/۱۴۳]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**من تنقص أحداً من أصحاب رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم

فلا ينطوي إلا على بلية، وله خبيئة سوء إذا قصد إلى خير الناس وهم أصحاب رسول الله ﷺ ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے تو وہ اپنے اندر مصیبت چھپائے ہوئے ہے۔ اس کے دل میں بُرائی ہے جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر حملہ کرتا ہے حالانکہ وہ (انبیاء کے بعد) لوگوں میں سب سے بہترین تھے۔ [السنۃ للخلال ۲/۴۷۷ ح ۷۵۸ وقال المحقق: إسنادہ صحیح]

ابراہیم بن میسرہ الطائفی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی انسان کو نہیں مارا سوائے ایک انسان کے جس نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دی تھیں، انھوں نے اسے کئی کوڑے مارے۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۴۵ وسندہ صحیح]

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۶ ص ۲۷، ۲۸

مسند بقی بن مخلد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) حدیثیں موجود ہیں۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳/۱۶۲)

امیر معاویہ سے جریر بن عبداللہ البجلی، السائب بن یزید الکندی، عبداللہ بن عباس، معاویہ بن حدیج اور ابو سعید الخدری وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

ابو الشعثاء جابر بن زید، حسن بصری، سعید بن المسیب، سعید المقبری، عطاء بن ابی رباح، محمد بن سیرین، محمد بن علی بن ابی طالب المعروف بابن الحنفیہ، ہمام بن منبہ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ تابعین رحمہم اللہ نے روایت بیان کی ہے۔

[دیکھئے تہذیب الکمال ۱۸/۲۰۱، ۲۰۲]

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تمام صحابہ عادل (روایت میں سچے) ہیں۔

[اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۲/۴۹۸]

ان کے درمیان جو اجتہادی اختلافات اور جنگیں ہوئی ہیں، ان میں وہ معذور و ماجور ہیں اور ہمیں اس بارے میں مکمل سکوت کرنا چاہئے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو تمام صحابہ کی محبت سے بھر دے اور اُن کی توہین و تنقیص سے بچا۔ آمین رضي الله عنهم أجمعين

احسن الحدیث　　حافظ ندیم ظہیر

مباشرت سے قبل طلاق

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمھارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا ہونے کا تم مطالبہ کرسکو لہٰذا (اسی وقت) انھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔ (الاحزاب:۴۹)

فقہ القرآن

اس آیت میں مسائلِ طلاق میں سے ایک مسئلے کا بیان ہے اور اسی مسئلے کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

☆ امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لا طلاق قبل النكاح'' نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ (صحیح بخاری بعد ح ۵۲۶۸)

☆ مباشرت سے قبل طلاق دینا جائز ہے۔

☆ اگر ہمبستری سے پہلے طلاق دے دی جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ طلاق کے فوراً بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

''بھلے طریقے سے رخصت کر دو'' سے مراد یہ ہے کہ انھیں کسی قسم کی تکلیف و اذیت دینے سے احتراز کیا جائے۔ سیدنا ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا پھر جب وہ آپ کے ہاں لائی گئی تو آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے اس نے ناپسند کیا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو اُسید سے فرمایا: اس کا سامان تیار کر دو اور رازقیہ (ٹسر کچے ریشم) کے دو کپڑے اسے پہننے کے لئے دے دو۔ (بخاری:۵۲۵۶)

فضل اکبر کاشمیری

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب: ابو الطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین ڈیانوی عظیم آبادی

ولادت: ۲۷ ذوالقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء عظیم آباد۔ڈیانہ، ہندوستان

اساتذہ: قاضی بشیر الدین قنوجی، سید نذیر حسین دہلوی، شیخ حسین بن محسن السبعی الانصاری الیمنی اور خیر الدین ابوالبرکات نعمان بن محمود الآلوسی وغیرہم

تدریس: ۱۳۰۲ھ کے بعد آپ نے اپنے علاقے میں وفات تک تدریس، خطابت اور افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔

تلامذہ: ابو القاسم سیف بنارسی، ابو سعید شرف الدین الدہلوی ، فضل اللہ المدراسی اور عبدالحمید سوہدروی وغیرہم

تصانیف: اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ، التعلیق المغنی علیٰ سنن الدارقطنی ، رفع الالتباس عن بعض الناس، عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان (فارسی) عون المعبود علیٰ سنن ابی داود، غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود (نامکمل) الوجازہ فی الاجازہ اور غنیۃ الالمعی وغیرہ

دیگر علمی خدمات: سنن دارقطنی کی طباعت، خلق افعال العباد للبخاری، اور کتاب العرش والعلو للذہبی کی طباعت میں تعاون اور فتاویٰ وغیرہ

علمی مقام: آپ کی توثیق وتعریف پر اتفاق ہے۔آپ کے شیخ قاضی حسین بن محسن الیمانی (متوفی ۱۳۲۷ھ) نے آپ کے بارے میں کہا: ''**شیخ الإسلام والمسلمین ، إمام المحققین والأئمة المدققین ...**'' (عون المعبود ۴/ ۵۴۵ وحیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ للشیخ المحقق الصالح الثقۃ محمد عزیر شمس السلفی ص ۵۴ واللفظ لہ) حکیم عبدالحیٔ الحسنی نے کہا: ''**الشیخ العالم الکبیر المحدث... أحد العلماء العاملین وعبادالله الصالحین**'' (نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۹۴)

وفات: ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء **رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ**